طلوع اسلام

جلد نمبر ۸
شمارہ ۳۶

کراچی : ہفتہ - ۸ اکتوبر ۱۹۵۵ء

قیمت چھ آنہ
سالانہ پندرہ روپے

قرآن نے کیا کہا؟

اس جنتی معاشرہ میں پھلوں کے علاوہ حسب پسند گوشت بھی ہوگا فاکھۃ و لحم مما یشتھون (۵۲/۲۳) کھانے کا انداز ایسا کہ میز پر بیٹھے ہیں اور خدمت گار لڑکے (BOYS) قابوں میں کھانا لئے گرد گرد پھر رہے ہیں - ویطوف علیھم غلمان (۵۲/۲۴) - سونے کے لئے نہایت عمدہ پلنگ اور ان پر دبیز ریشم کے بچھونے اور تکیے - متکئین علیٰ فرش بطائنھا من استبرق (۵۵/۵۴) فرش پر اعلیٰ درجہ کے سبز قالین اور حسین اور نادر زر دوزی کی چادریں - رفرف خضر و عبقری حسان (۵۵/۷۶) - یہ سب کچھ اس جنتی معاشرہ میں ہوگا جو نظام خداوندی کی رو سے قائم ہوگا - اور جس کے مہیا کرنے کی ذمہ داری اس نظام نے لے رکھی ہوگی -

قرآنی حقائق کا بیان
(محترم پرویز صاحب)
اتوار صبح ۹ بجے
فاولرز لائن - نیپئر بیرکس - کراچی

طلوع اسلام کا مسلک اور مقصد

ہمارا مسلک یہ ہے کہ ....

1. تنہا انسانی عقل، زندگی کے مسائل حل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اسے اپنی راہنمائی کیلئے اس طرح وحی کی ضرورت ہے جس طرح آنکھ کو سورج کی روشنی کی۔
2. یہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم میں محفوظ ہے۔ اس لئے نوع انسانی قرآن کے بغیر اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی۔
3. ہمارا معیار قرآن ہے۔ جو بات قرآن کے مطابق ہو گی صحیح ہو گی، جو اسکے خلاف ہو گی غلط ہے۔
4. حضور نبی کریم انسانیت کبریٰ کے بلند ترین مقام پر فائز تھے لیکن سازشوں نے ہماری تاریخ میں ایسی روایات شامل کر دی ہیں جن سے حضور کی سیرت داغدار ہو کر سامنے آتی ہے۔ ہماری تاریخ کے ایسے تمام حصے (خواہ وہ کسی کتاب میں ہوں) یکسر غلط اور وضعی ہیں۔ حضور کی سیرت کا صحیح معیار خود قرآن کریم ہے۔
5. قرآن کی رو سے دنیا میں بسنے والے تمام انسان ایک عالمگیر برادری کے افراد ہیں۔ اس برادری کے قیام کی عملی شکل یہ ہے کہ تمام دنیا ایک نظام کے مطابق زندگی بسر کرے۔
6. اس عالمگیر نظام زندگی کی تشکیل کی صورت یہ ہے کہ ہر زمانے کے انسان اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن کے غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں باہمی مشاورت سے جزئی قوانین خود مرتب کریں۔ (انہیں قانون شریعت کہا جاتا ہے)۔ یہ جزئی قوانین حالات کی تبدیلی سے بدلتے رہیں گے لیکن قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے۔
7. اس نظام کی رو سے قرآن ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کرتا ہے جس میں تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی کامل نشوونما ہو جاتی ہے اور کوئی فرد معاشرہ اپنی ضروریات زندگی سے محروم نہیں رہتا۔ اسے ربوبیت عالمین یعنی تمام نوع انسانی کی پرورش سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
8. ربوبیت عامہ کے مقصد عظیم کے حصول کے لئے قرآن کی رو سے ضروری ہے کہ رزق کے سرچشمے انفرادی ملکیت کے بجائے معاشرے کی تحویل میں رہیں تاکہ رزق کی تقسیم ہر ایک کی ضرورت کے لحاظ سے ہوتی رہے اور اس طرح کوئی انسان دوسرے انسان کا محتاج نہ رہے۔ اسے "قرآنی نظام ربوبیت" کہا جاتا ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ....

پہلے پاکستان میں اور اس کے بعد ساری دنیا میں قرآنی نظام ربوبیت قائم ہو جائے تاکہ صفات خداوندی کی روشنی میں انسان کی تمام مضمر صلاحیتوں کی کامل نشوونما ہو سکے اور "زمین اپنے پرورش دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھے"۔

اگر آپ طلوع اسلام کے اس مسلک اور مقصد سے متفق ہیں تو اس پیغام کو عام کرنے میں طلوع اسلام کا ساتھ دیجئے

اس شمارے میں

★ طلوع اسلام کی انقلابی دعوت ★ نئی کروٹ ★ فطرت کے اشارے ★ اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے؟
★ بزم طلوع اسلام ★ اسلام کی سرگزشت ★ سلیم کے نام ★ اسلام پر ہندو تہذیب کے اثرات
★ حقائق و عبر ★ کھلا خط بنام عبدالغفار حسن صاحب ★ [illegible]

اسلامی نظام

اسلامی مملکت کا بنیادی اصول کیا ہے اور اسلامی نظام کیسے قائم ہوسکتا ہے؟ اسکے جواب میں محترم پرویز صاحب اور علامہ اسلم جیراجپوری کے مقالات جنہوں نے فکر ونظر کی نئی راہیں کھولدی ہیں۔ قیمت دو روپے۔

اسباب زوال امت

مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ہے کہ ہمارا مرض کیا ہے اور علاج کیا۔

ضخامت ۱۵۰ صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

فردوس گم گشتہ

جناب پرویز کے ان مضامین کا مجموعہ جنہوں نے قوم کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی نگاہوں کا زاویہ بدل دیا ہے۔ مفہوم کے علاوہ اگر خالص ادبی نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھئے تو اردو زبان کی بہت کم کتابیں اس پایہ کی دکھائی دینگی۔

بڑا سائز۔ ضخامت قریب چار سو صفحات کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ سفید جلد مضبوط۔ گرد پوش حسین۔
قیمت چھ روپے۔ علاوہ محصولڈاک۔

سلیم کے نام خطوط

ان خطوط میں ملت کے اس نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو مخاطب کیا گیا ہے جو مشرق و مغرب کے تصادم کے بعد ملوکیت کے وضع کردہ غلط مذہبی تصورات سے متنفر ہوتے ہوتے اسلام اور اسکے سرچشمۂ حیات قرآن ہی سے ہاتھ دھو چلا تھا۔ عقائد و نظریات جیسے خشک اور نازک مسائل پر اس عمدگی سے بحث کیگئی ہے کہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ ہم کسی خشک فلسفیانہ بحث کو پڑھ رہے ہیں۔ باتوں باتوں میں وہ دقیق اور معرکہ آرا مسائل حل کرکے رکھ دئے گئے ہیں جنہیں ضخیم مجلدات میں بھی حل نہیں کیا جاسکا تھا۔ یہ خطوط ملک کے گوشہ گوشہ سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ قرآن کی روشنی اور محترم پرویز صاحب کا بصیرت افروز قلم۔ بڑا سائز ضخامت سوا چار سو صفحات۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ سفید گرد پوش مصور مشرق جناب چغتائی کے قلم کا حسین مرقعہ۔ قیمت چھ روپے علاوہ محصولڈاک۔

قرآنی دستور

اس میں پاکستان کیلئے قرآنی دستور کا خاکہ دیا گیا ہے اور حکومت، علماء اور اسلامی جماعت کے مجوزہ دستوروں پر تنقید کی گئی ہے۔

ضخامت دو سو چوبیس صفحات
قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

اسلامی معاشرت

مسلمان کے عادات و اخلاق کا خاکہ، رہنے سہنے کا ڈھنگ۔ سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر اسلوب قرآنی آئینے میں۔

ضخامت ۱۹۲ صفحات قیمت دو روپے۔

ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳ء۔ کراچی۔۳

قرآنی نظام ربوبیت کا پیامبر

ہفت روزہ

طلوعِ اسلام

جلد ۸ ہفتہ — ۸ اکتوبر ۱۹۵۵ء نمبر ۳۶

طلوع اسلام کی انقلابی دعوت

تقلید کی روش بڑی آرام دہ، سہولت بخش اور خوش آیند ہوتی ہے اس کے لئے نہ علم کی ضرورت ہوتی ہے نہ فکر کی۔ نہ کچھ محنت درکار ہوتی ہے نہ کاوش۔ لیکن اس کے باوجود عزت وشہرت اور دولت وثروت گھر بیٹھے چلی آتی ہے۔ عوام کے مروجہ عقاید اور متوارث اعمال ورسوم، خواہ وہ کسی قسم کے ہوں، آپ ان کی تائید کیجئے، پوری قوم آپ کے ساتھ ہوگی۔ اگر آپ اپنے زورِ بیان سے ان عقائد ورسوم کی مدح وستائش میں قصائد لکھتے ہیں یا ان کے بے مثل وبے نظیر ہونے پر کتابیں تصنیف کرتے ہیں تو آپ قوم کے محبوب لیڈر، عالم بے بدل، دنیا کے سب سے بڑے مفکر، اور اسلام کے بہت بڑے محسن قرار پا جاتے ہیں۔ اس کے لئے آپ کو کرنا صرف یہ ہوگا کہ جو بات سامنے آئے اس کے متعلق یہ بتا دیں کہ فلاں کتاب میں اس کے متعلق یہ لکھا ہے اور فلاں امام نے اس کی بابت یہ بتایا ہے۔ پھر جو شخص اس کے خلاف کچھ کہے اسے ایک بہت بڑے فتنہ کا بانی قرار دے کر اس کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر فرما دیں۔ بس اس کے بعد آپ کی پرستش ہوگی جلوس نکلیں گے۔ اس خدمتِ دین کے لئے لاکھوں روپے آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دیئے جائیں گے جس کے بل بوتے پر سینکڑوں لکھنے اور بولنے والے آپ کے ہمنوا ہوں گے آپ کو ان ہمنواؤں کی رفاقت اور عوام کی اتباع سے بہت بڑی طاقت حاصل ہو جائے گی۔ اس طاقت کے زور پر آپ جس سے جو جی میں آئے منوا سکیں گے۔ یہ ہے تقلید کی روش اور اس کے نفع بخش نتائج۔

اس کے برعکس دوسری روش تحقیق کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ہاں جس قدر مروجہ عقاید اور متوارث اعمال ورسوم موجود ہیں انہیں ایک ایک کر کے پرکھا جائے۔ ان میں سے جو صحیح ثابت ہوں انہیں اختیار کیا جائے اور جو غلط نکلیں انہیں چھوڑ دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ایک مسلمان محقق کے لئے تحقیق وتنقید کی میزان صرف خدا کی کتاب ہو سکتی ہے اس لئے کہ وہی حق وباطل کا معیار ہے۔ اسی سے غلط اور صحیح میں امتیاز ہو سکتا ہے۔ وہی یہ بتا سکتی ہے کہ دین کا کون نظام اللہ تعالیٰ نے تجویز کیا تھا اور کون کونسی باتیں ایسی ہیں جو اس میں بعد ازاں باہر سے آکر شامل ہو گئیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کی تحقیق کے لئے علم وفکر کی بھی ضرورت ہوگی۔ اور محنت وکاوش بھی درکار اس لئے کہ اس میں ہر غلط تصور کی علیٰ وجہ البصیرت تردید کرنی ہوگی۔ اور اپنے ہر دعوے کی تائید میں خدائی سند پیش کرنی پڑے گی۔ جب آپ اس تحقیق کے بعد ان غیر قرآنی عقاید واعمال کے خلاف آواز اٹھائیں گے جو عوام میں متوارث چلے آ رہے ہیں تو اس کی سخت مخالفت ہوگی ہر طرف سے آپ پر گالیوں کی بوچھار ہوگی۔ نہ کوئی آپ کا ساتھی ہوگا نہ ہم نوا۔ آپ کو اپنے مقدور کے مطابق تنہا یہ جنگ لڑنی پڑے گی۔ اور اپنی ہر ذاتی اور اضافی متاع کو اس کی نذر کر دینا ہوگا۔

تحقیق وتنقید کی یہی وہ انقلابی دعوت ہے جسے حضرات انبیائے کرام لے کر آئے تھے اور جس کی مخالفت ہر زمانے اور ہر مقام میں تقلید پرست گروہ کی طرف سے ہوتی تھی آپ قرآن میں مختلف انبیائے کرام کا تذکار جابجا دیکھیں ان کی دعوت کے خلاف سب سے پہلا اعتراض یہی ہوتا تھا کہ ہم نے اس قسم کی کوئی آواز اپنے آباد اجداد سے نہیں سنی۔ ہم اسی روش پہ چلتے رہیں گے جس پر ہم نے اپنے اسلاف کو چلتے دیکھا ہے۔ حضرات انبیائے کرام ان کے اس اعتراض کے جواب میں دلائل وبراہین پیش کرتے اور اس طرح علم وبصیرت کی روشنی میں ثابت کرتے کہ جو کچھ ان کے ہاں اسلاف سے چلا آتا ہے وہ غلط ہے لیکن ان کے مخالفین ان کی ایک نہ سنتے اور اپنی تقلید کی روش پر چلنے کے لئے مُصر رہتے۔

حضرات انبیائے کرام کے نقوشِ قدم کی اتباع میں، طلوع اسلام دعوتِ انقلاب کو لے کر اٹھا ہے۔ اس کا مسلک یہ ہے کہ جو کچھ ہمارے ہاں مروج ہے اسے وحی خداوندی اور علم وبصیرت کی میزان میں تولا جائے اور اس کے بعد یہ دیکھا جائے کہ اس کا وزن اور قیمت کیا ہے۔ ان میں سے جو چیزیں قرآن کے مطابق ہوں انہیں سر آنکھوں پر رکھا جائے لیکن جو باتیں اس کسوٹی پر پوری نہ اتریں انہیں غلط قرار دے کر الگ کر دیا جائے۔ وہ اپنی اس دعوت کو سالہا سال سے مسلسل پیش کر رہا ہے اور اس کی وجہ سے ان تمام مصائب ونقصانات کو برداشت کر رہا ہے جو اس روش کے لازمی عواقب ہیں۔ اسے نہ اپنے اس فیصلہ پر کبھی افسوس ہوا ہے کہ اس نے عوام کی گل بداماں تقلیدی روش کو چھوڑ کر تحقیق وتنقید کی اس خارزار وادی میں کیوں قدم رکھا، اور نہ ہی مخالفتوں کے ہجوم اس کے پائے استقامت میں لغزش پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کی توفیق سے ہوا اور اسی کی توفیق سے ہوتا رہے گا۔ لیکن ایک چیز ایسی ہے جس کا اسے ہمیشہ افسوس رہتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اس کے مخالفین اس کے خلاف اپنے ذہن سے باتیں تراشتے ہیں اور پھر انہیں اس کی طرف منسوب کر کے ان کی بنا پر عوام کے جذبات کو بھڑکاتے رہتے ہیں۔ ان کی یہ روش اس کی متقاضی ہوتی ہے کہ ہم اپنے مسلک اور مقصد کی وقتاً فوقتاً وضاحت کرتے رہیں اگرچہ وہ مختصر اور سمٹے ہوئے الفاظ میں طلوع اسلام کی ہر اشاعت میں اس کے ٹائٹل کے صفحے پر مستقلاً شائع ہوتے رہتے ہیں آج کی صحبت میں ہم پھر اپنے اس مقصد اور مسلک کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں تاکہ جو شخص اس فکری انقلاب کی دعوت کا ساتھ دے وہ بھی سوچ سمجھ کر ساتھ دے اور جو اس کی مخالفت کرے اسے بھی معلوم ہو کہ اسے کس بات کی مخالفت کرنی ہے۔ اس دعوت کے دو گوشے ہیں۔ ایک یہ کہ دین کی اساس کیا ہے اور دوسرے یہ کہ دین کا مقصود کیا ہے۔ دین کی اساس کے متعلق طلوع اسلام کا پیغام یہ ہے کہ

(۱) اللہ تعالیٰ نے تمام نوع انسانی کی رہنمائی کے لئے اپنا آخری اور مکمل دین قرآن کے اندر محفوظ کر کے دیدیا۔ اس میں نہ کسی قسم کا ردوبدل ہو سکتا ہے اور نہ حک واضافہ۔ قرآن خدا کی آخری کتاب ہے اور نبی اکرمؐ اس کے آخری نبی ہیں۔ حضورؐ کے بعد اب کوئی اور آنے والا نہیں، نہ ہی انسانیت کی فلاح اور سعادت اسلام کے علاوہ کسی اور نظام زندگی میں مل سکتی ہے۔

(۲) ختم نبوت کے بعد ہمارے پاس علم کے صرف دو ذرائع رہ جاتے ہیں۔ ایک وہ وحی جو قرآن کے

ذریعہ ہے اور دوسرا انسان کی عقل وبصیرت۔ رسول اللہؐ کے بعد اللہ تعالیٰ سے براہ راست علم حاصل کرنے کا دروازہ بند ہوگیا۔ لہٰذا کشف والہام یا اسی نوعیت کی کوئی اور چیز دین میں سند نہیں قرار پا سکتی۔ اس لئے کہ نبوت کے بعد کوئی شخص براہ راست خدا سے علم حاصل نہیں کر سکتا۔

(۳) قرآن کریم جس شکل میں آج ہمارے پاس ہے رسول اللہ نے اسے اسی شکل میں امت کو دیا تھا اور اس کی عام اشاعت صحابہ کبار نے کی تھی۔ باقی رہی حدیث سو نہ رسول اللہؐ نے اپنی احادیث کا کوئی مجموعہ امت کو دیا نہ خلفائے راشدین نے کوئی ایسا مجموعہ مرتب[1] کیا۔ اگر دین قرآن کے اندر ناتمام تھا اور اس کی تکمیل رسول اللہؐ کی احادیث سے ہوئی تھی تو حضورؐ کا یہ فریضۂ رسالت تھا کہ وہ اپنی احادیث کا ایک مستند اور مصدق مجموعہ اُمت کو دے کر جاتے تاکہ امت کے پاس دین اپنی مکمل شکل میں مستند طور پر موجود رہتا۔ یہ حقیقت کہ رسول اللہؐ نے ایسا نہیں کیا۔ اس امر کی زندہ شہادت ہے کہ رسول اللہؐ کے نزدیک دین کی تکمیل قرآن میں ہو چکی تھی اور یہی آپ کے صحابہ نے بھی سمجھا تھا۔

(۴) حدیثوں کے موجودہ مجموعے مختلف افرادِ ملت کی انفرادی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ ان کی صحت کے لئے ان کے پاس نہ خدا کی طرف سے کوئی سند تھی نہ رسول اللہؐ کی طرف سے۔ یہی وجہ ہے کہ ان مجموعوں میں صحیح اور غلط ہر قسم کی باتیں آگئی ہیں۔ ان مجموعوں میں دو قسم کی احادیث ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق حضور کی سیرت طیبہ سے ہے اور دوسرا حصہ وہ جس کا تعلق شریعت کے احکام سے ہے۔ جہاں تک پہلے حصہ کا تعلق ہے، ان میں ایسی روایات بھی پائی جاتی ہیں جو ایک رسول کی شان کے قطعاً خلاف ہیں۔ لہٰذا قرآن کے بھی خلاف۔ طلوع اسلام کا کہنا یہ ہے کہ ہر وہ روایت جس سے رسول اللہ کی ذاتِ اقدس کسی طرح بھی داغدار ہوتی ہو کبھی صحیح حدیث نہیں ہو سکتی خواہ اصولِ روایات کے اعتبار سے اسے کیسا ہی صحیح کیوں نہ قرار دیا گیا ہو۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی کتب احادیث سے ایسی تمام روایات کو نکال دیں تاکہ حضورؐ کی سیرت کے خلاف کسی کو کوئی اعتراض نہ مل سکے۔

(۵) احادیث کا دوسرا حصہ احکام سے متعلق ہے۔ اس کی پوزیشن یہ ہے کہ قرآن کریم میں عام طور پر دین کے اصول دیئے گئے ہیں۔ ان کی جزئیات متعین نہیں کی گئیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کے اصول تو قیامت تک کے لئے غیر متبدل رہنے والے ہیں لیکن ان اصولوں کی روشنی میں جو جزئیات متعین ہوں گی ان میں مختلف زمانوں کی ضرورتوں کے مطابق ردوبدل ہوتا رہے گا۔ مثلاً قرآن نے زکوٰۃ کا حکم دیا۔ لیکن اس کی شرح اور نصاب کا تعین خود نہیں کیا۔ مقصود یہ تھا کہ امت کا نظام اپنے اپنے زمانے کی ضرورتوں کے لحاظ سے اس کی شرح اور نصاب خود متعین کرتا ہے۔ ان جزئیات کو سب سے پہلے رسول اللہ نے متعین فرمایا۔ لیکن آپ کے بعد (بالخصوص) حضرت عمرؓ کے زمانے میں ان میں کئی باتوں میں ردوبدل کیا گیا اور اس کے لئے دلیل یہ دی گئی کہ ہمارے زمانے کی ضرورتوں کا تقاضا ہے کہ ان میں ردوبدل کیا جائے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نہ تو رسول اللہ کا یہ منشا تھا کہ آپ کی متعین فرمودہ جزئیات قیامت تک کے لئے غیر متبدل رہیں اور نہ ہی حضورؐ کے خلفاءؓ نے انہیں ایسا سمجھا تھا۔

(۶) حضورؐ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد اسلامی نظام کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ لہٰذا ان جزئیات میں ردوبدل کی بھی وہ صورت باقی نہ رہی۔ روایات کی جمع و ترتیب اور فقہ کی تدوین اس زمانے میں ہوئی جب اسلامی نظام علیٰ منہاج نبوت باقی نہیں رہا تھا۔ آج ہم میں بھی وہ نظام موجود نہیں۔ لیکن قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ اس نظام کو بہرصورت قائم کیا جائے کیونکہ دین نام ہی نظام کا ہے۔ اگر ہمارے ہاں وہ اسلامی نظام قائم ہو گیا تو اس کا اولین فریضہ یہ ہوگا کہ وہ ان تمام جزئیات کو قرآن کے اصول اور اپنے زمانے کی ضروریات کی روشنی میں پرکھیں۔ ان میں سے جو چیزیں ایسی ہوں جو ہمارے زمانے کے تقاضوں کو پورا کر سکیں انہیں علیٰ حالہ رہنے دیا جائے جن میں کسی ردوبدل کی ضرورت ہو ان میں ردوبدل کر دیا جائے اور جہاں نئی جزئیات متعین کرنے کی ضرورت ہو وہاں نئی متعین کر دی جائیں۔ جب تک ایسا نظام قائم نہیں ہوتا اس وقت تک یہ چیزیں علیٰ حالہ رہیں گی، کیونکہ کسی فرد کو یہ حق نہیں کہ ان میں ردوبدل کر کے امت میں مزید انتشار پیدا کرے۔ اس وقت کرنے کا کام یہ ہے کہ امت کو سمجھایا جائے کہ دین کی صحیح اساس کیا ہے اور اس کا مقصود کیا؟ اس اساس پر صحیح اسلامی نظام کس طرح قائم ہو سکتا ہے اور دین کے مقصود کے حصول کی شکل کیا ہے؟ طلوع اسلام ملت میں اساسِ دین کے اس شعور کو بیدار کرنا چاہتا ہے اور اس کی کوشش یہ ہے کہ اس قسم کا اسلامی نظام کسی طرح خود پاکستان میں قائم ہو جائے۔

یہاں تک گفتگو دین کے اساس کے متعلق تھی اب سوال یہ ہے کہ دین کا مقصود کیا ہے۔ اس کے لئے مختصر الفاظ میں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ انسان مرکب ہے اس کے جسم اور اس کی ذات سے۔ انسان کے جسم کی پرورش قوانینِ طبعی کے مطابق ہوتی ہے لیکن انسانی ذات ان قوانین کے دائرہ سے باہر ہے۔ اس کی ذات کی پرورش کے لئے اللہ تعالیٰ نے الگ قانون مقرر کیا ہے جو قرآن کے اندر ہے۔ دین سے مقصود یہ ہے کہ وہ انسان کے جسم اور اس کی ذات دونوں کو پوری پوری نشوونما کا سامان فراہم کرے تاکہ انسان کی یہ زندگی بھی خوشگواری و مرفہ الحالی کی زندگی بن جائے اور اس کے بعد کی زندگی بھی ایسی ہو جائے جس میں انسانی ذات اپنی ارتقائی منازل طے کرتی آگے بڑھتی جائے۔ دین کا یہ مقصود انفرادی طور پر حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف اجتماعی معاشرہ کے اندر ہی ممکن ہے۔ اسلامی نظام اس قسم کا معاشرہ قائم کرتا ہے۔ جس میں دین کا یہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ اس معاشرہ کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ تمام افراد کی ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کی ذمہ داری خود معاشرہ کے سر ہو اور معاشرہ اس کا بھی انتظام کرے کہ تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی جائے۔ معاشرہ اپنی اس اہم ذمہ داری سے اسی صورت میں عہدہ برآ ہو سکتا ہے کہ رزق کے سرچشمے یعنی وسائلِ پیداوار، افراد کی ذاتی ملکیت میں رہنے کے بجائے امت کی اجتماعی تحویل میں رہیں۔ چونکہ یہ نظام خداوندی کی صفت ربّ العالمینی کا مظہر ہوگا اس لئے اسے تعارف کی غرض سے "نظام ربوبیت" کہا جاتا ہے۔ لہٰذا دین کا مقصود ہے "نظام ربوبیت" کا قیام جس میں کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا محکوم اور محتاج نہیں رہتا۔ سب خدا کے قوانین کے محکوم اور اس کے دیئے ہوئے رزق میں برابر کے حصہ دار ہوتے ہیں۔

یہ ہے طلوع اسلام کی دعوتِ انقلاب جسے ہم نے مختصر الفاظ میں اس لئے دہرانا ضروری سمجھا ہے تاکہ اس کے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی ہیں ان کا ازالہ ہو جائے اور ہر شخص واضح طور پر سمجھ لے کہ طلوع اسلام کیا کہتا ہے۔ اگر آپ کو ان باتوں میں سے کوئی بات مزید وضاحت طلب محسوس ہو تو ہمیں لکھئے۔ ہم اس کی مزید تشریح کی کوشش کریں گے۔ اگر آپ طلوع اسلام کی اس دعوت سے متفق ہوں تو پھر اس کا ساتھ دیجئے اس لئے کہ مسلمان کہلانے کے بعد ہم سب پر یہ فریضہ عاید ہو جاتا ہے کہ دین کے صحیح نظام کے قیام میں ہم امکان بھر کوشش کریں اور اس کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ذہنوں میں یہ بات واضح ہو جائے کہ دین کی اساس کیا ہے اور اس کا مقصود کیا۔ طلوع اسلام اس فہم کے عام کرنے کا ذریعہ ہے

زندگی کی نئی کروٹ

مجلس دستور ساز نے بالآخر وحدت مغرب کا مسودہ قانون منظور کر لیا۔ یہ مسودہ ۲۳ر اگست کو پیش ہوا تھا اور ۳۰ر ستمبر کو پاس ہوا۔ ان ۳۸ دنوں میں اس نے جو نشیب و فراز دیکھے وہ اپنے اندر چند در چند عبرتوں کے سامان رکھتے ہیں۔ حزب اختلاف، جسے عہد حاضر کی جمہوریت کا لازمہ سمجھا جاتا ہے اس کے ارکان نے بالعموم جو مظاہرہ کیا وہ جمہوری معیار کے مطابق پست تھا اور ملکی نقطۂ نگاہ سے خطرناک۔ انہوں نے مسودہ قانون کو پیش ہونے سے روکنے اور پیش ہونے کے بعد اس کی منظوری میں تاخیر پیدا کرانے کے لئے جو اچھے حربے

---

[1] ہمارے بار بار کے چیلنج کے باوجود کوئی شخص اس سوال کا جواب نہیں دے سکا کہ اگر احادیث دین کا جزو تھیں تو رسول اللہؐ نے اپنی احادیث کا ایک مستند مجموعہ مرتب فرما کر امت کو کیوں نہ دیا۔

اختیار کئے ان سے انہوں نے اپنا وقار کھویا، جمہوریت کو بدنام کیا اور ملک کی سالمیت و استحکام کو صدمہ پہنچانے کی مذموم کوشش کی۔ اگر ان نام نہاد مخالفین کو اصول وحدت پر اعتراض ہوتا تو جو کچھ انہوں نے کہا وہ حق بجانب ہوتا یا نہ کم ازکم اتنا تو کہا جا سکتا کہ وہ سرے سے اس اصول ہی کے مخالف ہیں اس لئے واہی تباہی کہے جا رہے ہیں لیکن ان میں سے کسی نے بھی اصول وحدت کی مخالفت نہیں کی اس کے باوجود وہ مسودے کی مخالفت کرتے رہے۔ اس دوران میں انہوں نے اس علاقائی اور صوبائی ذہنیت کا خوب ہی مظاہرہ کیا جس کو ختم کرنے کے ارادے سے مغربی پاکستان میں غیر فطری حدبندیاں ختم کی جا رہی ہیں اگر وحدت مغرب کی ممکنات کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو حزب اختلاف کے صوبائیت میں ڈوبے ہوئے کردار کے پیش نظر ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ وحدت کو جلد از جلد حقیقت ثابتہ بن جانا چاہیئے کیونکہ وحدت ہی سے اس ذہنیت کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

مقام تشکر ہے کہ ان پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہیں جا سکا اور اب اس شمع کی ضیا پاشیوں کے لئے انجمن آراستہ ہو رہی ہے۔ اس مسودے کی منظوری مجلس دستور ساز کا ایک کارنامہ ہے جو تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہی نہیں رہے گا بلکہ اسے باعتبار اہمیت قیام پاکستان کے بعد سر فہرست رکھا جائے گا۔ یہ دو انقلابات یعنی قیام پاکستان اور وحدت مغرب، جن ممکنات کے حامل ہیں ان کا کما حقہٗ احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی ایک وجہ تو قدرتی ہے اور وہ یہ کہ ہم خود اس انقلاب سے متاثر ہیں اور اس سے گزر رہے ہیں، اور دوسری افسوسناک وجہ یہ ہے کہ ہم میں بالعموم اس شعور کا فقدان ہے جو نگاہوں کے سامنے سے گوناگوں پردے ہٹا کر اسے اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ درون شاخ پیچ و تاب کھانے والے پھولوں کو دیکھ لے یا مستقبل کو بھانپنے کے لئے ہمیں ماضی پر نگاہ ڈالنی ہوگی۔ زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں ذرا تقسیم سے پیشتر کے عشرے کو دیکھئے جسے تحریک پاکستان کا دور کہنا موزوں ہوگا۔ مطالبہ پاکستان کی اساس اس دعوے پر استوار تھی کہ مسلمان بحیثیت مسلمان ایک ایسی ملت واحدہ ہیں جو جغرافیائی اور نسلی حدبندیوں میں منقسم نہیں ہو سکتے یہی وجہ ہے کہ مدراس سے پشاور اور آسام سے بلوچستان تک کے مسلمانوں نے بیک آواز اس دعوت پر لبیک کہی تھی۔ اسی اساس کا نتیجہ تھا کہ جب پاکستان بنا، پنجاب، بنگال اور آسام تین صوبے آبادی کی بنا پر بٹ گئے اگر تحریک پاکستان کی بنیاد علاقائی یا صوبائی ہوتی تو یہ مطالبہ علاقوں اور صوبوں کی طرف سے ہوتا اور متعلقہ صوبوں کے علاوہ کوئی اور اس کا مؤید نہ ہوتا۔ لیکن جب پاکستان قائم ہوا تو پاکستانی شعور کا یقینی ابھرنے کے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی بجائے صوبائی تلہذا غیر پاکستانی میلانات و عواطف ابھرنے شروع ہو گئے۔ اس ملت کی اسلامی اساس نظروں سے اوجھل ہو گئی اور صوبے ملت پر مقدم ہو گئے۔ یہ اس کا افسوسناک مظاہرہ تھا کہ وحدت مغرب پر یہ اعتراض ہوا کہ اس سے فلاں حصہ فلاں حصوں پر غالب آ جائے گا۔ نیز یہ بھی کہ بنگال کا نام مشرقی پاکستان نہ رکھا جائے کیونکہ نام کی تبدیلی سے "بنگالی" روایات ختم ہو جائیں گی۔ یہ فلاں ابن فلاں کے امتیازات پاکستان کے تصور ہی کے منافی نہیں ملکی سالمیت کے لئے بھی خطرہ ہیں۔ لیکن اس خطرے کو وہی بھانپ سکتا ہے جس کی نگاہیں سامنے افق پر ہوں نہ کہ وہ جس کی نگاہیں خاک راہ میں کھوئی ہوئی ہوں جیسے بدبختی سے ہمارے بعض ارباب سیاست کی ہیں۔

ان حالات میں وحدت کے مسودے کا منظور ہو جانا اس کی شہادت ہے کہ روح پاکستان جو صوبائیت کے ہاتھوں کچلی جا رہی تھی سنبھلنا شروع ہو گئی ہے۔ یہ گویا تمہید ہے پاکستان کی حیات نو کی۔ معرکہ وحدت معرکہ پاکستان سے کسی طور پر کم نہیں۔ آج یہ معرکہ سر ہو رہا ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان کا رخ تحریک کے مقاصد اور پیش نہاد کی طرف مڑ رہا ہے۔ گویا تحریک پاکستان کی شاخ میں اب برگ و بار آنا شروع ہوا ہے۔ ملت اسلامیہ پاکستان کے لئے یہ نوید جانفزا ہے۔ مستحق ہزار تبریک ہیں وہ جنہوں نے ممکنات زندگی کی نمود کے یہ سامان بہم پہنچائے۔ اور کاروان ملت کو اپنے کعبہ مقصود کی طرف جادہ پیمائی کا موقعہ مہیا کیا۔ ان کے برعکس جنہوں نے اس انقلاب کے دھارے کے آگے بند باندھنے کی ناسود کوشش کی۔ ان کو ہم مستقبل کے حوالے کرتے ہیں، جب ظہور نتائج کا وقت آئے گا یہ بند باندھنے والے تو موجود نہیں ہونگے لیکن نتائج ان پر واضح کر دیں گے کہ ان کی مخالفت ملت کو کس طرف لے جاتی۔

پاکستان زندگی کی جو نئی کروٹ لینے والا ہے۔ وہ کارکنان قضا و قدر کی طرف سے ایک عظیم الشان موقع ہے (لحظہ کیفیت تعلموت کا دتا کہ دیکھا جائے کہ ہمارا عمل کیسا ہوتا ہے؟) قومی زندگی کے پورے آٹھ سال ہم نے ٹامک ٹوئیے مارنے میں صرف کر دیئے۔ کبھی یہاں گرے پڑے ہیں، کبھی وہاں غلطاں و پیچاں۔ نہ ملک کا ہوش۔ نہ ملت کی پروا۔ اگر خیال تھا تو صرف اس قدر کہ شخصی تفوق اور ذاتی برتری کا کوئی موقعہ کھلایا نہ جائے۔ عام اس سے کہ اس سے ملی مفاد کو کتنا ہی صدمہ کیوں نہ پہنچا ہو۔ پاکستان کے لئے یہ بڑا جانگسل دور تھا۔ اس سے بچ نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کے سوتے بالکل خشک نہیں ہو گئے۔ بلکہ وہ پھر جاری ہوتے جاتے ہیں۔ بلاشبہ یہ دوسرا موقعہ ہے جو قدرت نے ہم کو عطا کیا ہے۔ پہلا موقع قیام پاکستان کا تھا۔ جس کا کم سے کم فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ اگر وحدت مغرب کا فیصلہ نہ ہوتا تو بلاشائبہ تردید کہا جا سکتا تھا کہ قدرت نے قیام پاکستان کی صورت میں جو عظیم الشان موقع ہمیں عطا کیا تھا۔ اسے ہم نے ضائع کر دیا۔ اب جب کہ یہ دوسرا موقع ہمیں ملا ہے تو ہم پر یہ لازم آ جاتا ہے کہ ہم اس کا پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی تعمیری صلاحیتوں کو مکمل طور پر بروئے کار لائیں۔ اب عمل کا جو وسیع میدان قدرت نے ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ اس میں موافقین و مخالفین کی کوئی تمیز نہیں ہونی چاہیئے۔ روح پاکستان اگر اول الذکر کو خراج عقیدت پیش کرتی ہے تو آخر کو پوری فراخ حوصلگی سے معاف کرتی ہے اور دونوں کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اس خالی جبین پر اپنے قلم سے اپنی سرنوشت لکھیں اور ان تقاضوں کو پورا کرنے کا عزم مصمم کر لیں جو تحریک پاکستان سے ہم نے اپنے ذمے لئے تھے۔ زندگی کی اس نئی وادی میں ہمیں ایک ایک فرد ملت کے تعاون اور عملی تعامل کی ضرورت ہوگی۔ جو شخص بھی اس کاروان حیات کا ساتھ دیگا۔ وہ واجب الاحترام ہوگا۔ عام اس سے کہ اس کا ماضی کیسا رہا ہے کیونکہ معیار تکریم وہ عمل ہوگا۔ جو ان سے ظہور پذیر ہوگا۔ لہذا ہم مخالفین وحدت سے التجا کرتے ہیں کہ وہ اب بھی شخصی میلانات سے کنارہ کش ہو جائیں اور اسے اچھی طرح جان لیں کہ ان کے عمل کا نتیجہ ان تک محدود نہیں رہے گا۔ بلکہ اس کا اثر ان نسلوں پر بھی پڑے گا۔ جو ابھی آغوش مستقبل میں پنہاں ہیں۔ اور ان کے بعد امور پاکستان کے انصرام و اہتمام کی ذمہ دار ہوں گی۔ ہمیں چاہیئے کہ ان کے لئے بہتر سے بہتر ترکہ چھوڑ کے جائیں۔ بقول اقبال ؂

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر اپنا عمل غافل اگر دفتر میں ہے

زندہ قوموں کی ہر گھڑی محشر کی ہوتی ہے۔ وہ کبھی سستا نہیں سکتیں۔ اور ہر دم رواں دواں منزل مقصود کی جانب بڑھے چلی جاتی ہیں۔

فطرت کے اشارے

سیلاب ہمارے لئے مستقل وبال بن گئے ہیں۔ یہ تقریباً ہر سال آتے ہیں اور معیشت کو درہم برہم کر جاتے ہیں۔ پچھلے سیلابوں کے عواقب سے نجات ہنوز نہیں ملی تھی کہ اب کے برسات پر کم و بیش سارے ملک کو جل تھل کر گیا۔ اس طغیانی آب سے ملک کو کتنا نقصان پہنچا اس کا صحیح اندازہ مشکل ہے۔ البتہ اب کچھ تخمینے لگائے جا سکتے ہیں جن سے پتہ چل سکتا ہے کہ اس نشتر کی زد کہاں تک پڑتی ہے۔ سندھ کے صرف دو ضلعوں لاڑکانہ اور دادو میں ساٹھ ہزار باشندے بے خانماں ہو گئے بیسیوں دیہات دس سے بارہ فٹ پانی میں ڈوب گئے اور کوئی پچیس ہزار ایکڑ زرخیز زمین برباد ہو گئی۔ اس سے حقیقی نقصان کی پوری تصویر سامنے نہیں آتی لیکن تصویر کا تصور ضرور ہو سکتا ہے۔ مشرقی پاکستان کے اعداد و شمار زیادہ واضح ہیں۔ مالی نقصان کا اندازہ ۳۲ کروڑ روپے لگایا گیا ہے۔ وہاں سیلاب کی گیرائی سندھ سے کہیں زیادہ تھی۔ اس کی زد میں ۱۷ میں سے ۱۴ ضلعے تھے اور پورے صوبے کی کوئی نصف یعنی دو کروڑ کے قریب آبادی۔ ابھی پنجاب اور سرحد کے نقصانات کا تخمینہ نہیں سامنے آیا۔ گو وہاں کا سیلاب مقابلۃً کم تشویشناک تھا۔ یہ نقصانات یقیناً ایسے نہیں کہ انہیں

پاکستان جیسا غریب ملک برداشت کر سکے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ یہ سوچا جائے کہ اس صورت حال کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ اس کا علاج یقیناً ممکن ہے کہ کئی قوموں نے اسے کامیابی سے آزمایا ہے۔

یہ سالانہ سیلابی حملے ہمارے لئے دو طرح کے مسائل پیدا کرتے ہیں۔ ایک ہنگامی دوسرے مستقل۔ ہنگامی طور پر متعدد امور کو نگاہ میں رکھنا چاہیئے۔ مثلاً ایسا انتظام ہونا چاہیئے کہ زیادہ بارشیں ہوں اور دریا چڑھنے شروع ہو جائیں تو متعلقہ علاقوں کو خبردار کر کے ان کے فوری تحفظ کی صورتیں اختیار کی جائیں۔ دوسرے جب پانی سر سے گزر جائے اور اس سے کوئی مفر نہ ہو تو متاثرہ علاقوں کو ضروری امداد فی الفور پہنچائی جائے۔ یہ امداد خوراک، کپڑوں اور دوائیوں کی فراہمی کی صورت میں ہوتی ہے۔ اس کے لئے ظاہر ہے پیسہ بھی درکار ہوتا ہے اور ایسی تنظیموں کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو ان کاموں کو منظم طریق سے سنبھال لیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں دونوں چیزوں کی کمی ہے۔ ہر ایسے موقع پر بھاگ دوڑ کر کے روپیہ جمع کرنا پڑتا ہے اور روپیہ فراہم ہو چکتا ہے تو ایسے آدمی نہیں ملتے جو اس خدمت کا جذبہ بھی رکھتے ہوں اور انہیں اس کا تجربہ بھی ہو۔ یہ غنیمت ہے کہ ہماری فوج ایسے موقعوں پر کام آ جاتی ہے۔ لیکن اگر ہمارے ہاں خدمت خلق کے لئے ادارے موجود ہوں تو خدمت کا سلسلہ فی الفور شروع کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایسی کمی ہے جو ہمیں آفات و حوادث کے وقت بیچارہ سا بنا دیتی ہے اور ہمارے نقصان جان و مال میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ اگر اب بھی اس نکتہ کو سمجھ لیا جائے اور ایسی تنظیمیں قائم کر لی جائیں تو ملک کو بہت سے غیر ضروری مصائب سے بچایا جا سکتا ہے۔

ان ہنگامی امور کے ساتھ ساتھ اہم مسئلہ یہ سامنے آتا ہے کہ جو بادشندے خانماں برباد ہو گئے ہیں انہیں بحال کیا جائے۔ اس کے لئے پھر جذبۂ خدمت، پیسے اور تجربے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی کچھ ہمارے ہاں مفقود ہے۔ اس کمی کو حکومت پورا کرنے کی کوشش تو کرتی ہے لیکن محدود وسائل کی بنا پر وہ اس کے تقاضوں سے بطریق احسن عہدہ برا نہیں ہو سکتی۔ اس کا صحیح علاج یہی ہے کہ پوری کی پوری قوم اس فریضہ کی بجا آوری کو اپنی اجتماعی ذمہ داری سمجھے۔ ایسا اب تک نہیں سمجھا گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مختلف حوادث سے ہماری معیشت پر جو کاری زخم لگتے ہیں ان کا پوری طرح اندمال نہیں ہوتا۔

اس کے بعد یہ مستقل سوال سامنے آتا ہے کہ سیلاب کی روک تھام کیسے ہو۔ یہ روک تھام ہونی ضرور چاہیئے کیونکہ ہم اپنی معیشت کو بارش کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتے۔ پاکستان کے دریاؤں کا بدقسمتی سے یہ حال ہے کہ وہ مشرق و مغرب دونوں میں ہندوستان کی طرف سے آتے ہیں۔ اسی سے پاکستان کے لئے کشمیر کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جب تک کشمیر پاکستان کے ساتھ نہیں مل جاتا اس مسئلے کا حل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب تک یہ قضیہ موجود ہے پاکستان اور ہندوستان میں تعاون کی وہ شکل پیدا نہیں ہو سکتی جو سیلاب کی روک تھام کے لئے ضروری ہے۔ ہمارے وزیر اعظم چودھری محمد علی صاحب نے دور بینی سے کام لیتے ہوئے ہندوستان کو دعوت دی ہے کہ وہ اس بلا کا تدارک کرنے میں پاکستان سے تعاون کرے۔ ان مذاکرات کا آغاز بھی ہو گیا ہے۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بحالات موجودہ ہندوستان پورے خلوص سے پاکستان کا ساتھ دینے کیلئے تیار ہو جائے گا۔ ایسا کرنے میں اُس کا بھی فائدہ ہے لیکن وہ یہ کہاں گوارا کر سکتا ہے کہ پاکستان کو بھی فائدہ پہنچے۔

ان حالات میں سیلاب فطرت کے ایسے اشارات ثابت ہو سکتے ہیں جن کو سمجھنے سے ہم اپنی تقدیر بدل سکتے ہیں کیونکہ ان اشاروں کو سمجھنے کے لئے جس شعور اور جرأت کار کی ضرورت ہوتی ہے جب اُن سے قومیں آشنا ہو جاتی ہیں تو اُن کی حیات قومی کے مظاہر محیر العقول ہو جاتے ہیں ✦

اعجاز القرآن

علامہ تمنا عمادی کی یہ کتاب وہی ہے جس کی چند قسطیں ماہنامہ طلوع اسلام میں شائع کی گئی تھیں۔ لیکن بوجہ قلت گنجائش طلوع اسلام کے صفحات پر اس کو شائع نہیں کیا جا سکا تھا۔ ناظرین کے مسلسل اصرار کے ماتحت اب اس کو کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے کتاب (۲۰ × ۳۰) کے ایک سو بارہ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے (علاوہ محصول ڈاک)

مطبوعات طلوع اسلام کی
شرائط ایجنسی
شرح کمیشن

معراج انسانیت ــــــ ۲۵ فی صدی
دیگر مطبوعات ــــــ ۳۳ فی صدی

۱۔ قیمت بعد وضع کمیشن بذریعہ وی پی وصول کی جائے گی۔
۲۔ غیر فروخت شدہ کتب واپس نہیں لی جائیں گی۔
۳۔ پہلی فرمائش پچاس روپے (بعد وضع کمیشن) سے کم نہیں ہونی چاہیئے۔
۴۔ ہر آرڈر کے ہمراہ کم سے کم چوتھائی رقم پیشگی آنی چاہیئے ورنہ تعمیل نہیں ہو سکے گی۔

نوٹ:۔ کراچی کے ایجنٹ صاحبان دفتر طلوع اسلام سے معاملہ طے کریں۔

ناظم ادارۂ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳، کراچی

خط و کتابت کرتے وقت
اپنے خریداری نمبر کا حوالہ دیجیئے ورنہ عدم تعمیل کی ذمہ داری معاف

قرآنی انقلاب کا لٹریچر

معراج انسانیت (از پرویز) سیرت صاحب قرآن علیہ التحیۃ والسلام کو قرآن کے آئینے میں دیکھنے کی پہلی اور کامیاب کوشش۔ مذاہب عالم کی تاریخ اور تہذیبی پس منظر کے ساتھ ساتھ حضور سرور کائنات کی سیرت اور دین کے متنوع گوشے نکھر کر سامنے آ گئے ہیں۔ بڑے سائز کے قریباً نو سو صفحات۔ اعلیٰ ولایتی گلیزڈ کاغذ۔ مضبوط و حسین جلد بمع گرد پوش۔ قیمت بیس روپے

ابلیس و آدم (از پرویز) سلسلۂ معارف القرآن کی دوسری جلد جسے نظر ثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ انسانی تخلیق۔ قصۂ آدم، جنات، ملائکہ۔ وحی وغیرہ جیسے اہم مباحث کی حامل۔ بڑی تقطیع کے ۳۷۰ صفحات ــــــ قیمت آٹھ روپے

قرآنی دستور پاکستان اس میں پاکستان کے لئے قرآنی دستور کا خاکہ دیا گیا ہے اور حکومت علماء اور اسلامی جماعتوں کے مجوزہ دستور پر تنقید کی گئی ہے۔ دو سو چوبیس صفحات ــــــ قیمت دو روپے آٹھ آنے

اسلامی نظام اسلامی مملکت کے بنیادی اصول کیا ہیں؟ اور اسلامی نظام کیسے قائم ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں پرویز اور علامہ اسلم جیراجپوری کے مقالات جنہوں نے فکر و نظر کی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ ۱۸۰ صفحات۔ قیمت دو روپے

سلیم کے نام (از پرویز) نوجوانوں کے دل میں اسلام سے متعلق جو شکوک پیدا ہوتے ہیں ان کا شگفتہ، مدلل اور اچھوتا جواب۔ بڑے سائز کے ۴۰۰ صفحات ــــــ قیمت چھ روپے

قرآنی فیصلے روزمرہ کی زندگی کے سامنے اہم مسائل و معاملات پر قرآن کی روشنی میں بحث ۴۰۰ صفحات ــــــ قیمت چار روپے

اسباب زوال امت (از پرویز) مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ہو کہ ہمارا مرض کیا ہے اور علاج کیا؟ ایک سو اٹھائیس صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

جشن نامے ایسے عنوانات میں جنہیں پڑھ کر ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی ہو اور آنکھوں میں آنسو۔ طنز اور تنقید کے گہرے نشتر۔ سات سالہ دور آزادی کی سمٹی ہوئی تاریخ ۲۷۰ صفحات قیمت دو روپے آٹھ آنے

تمام کتابیں مجلد ہیں اور گرد پوش سے آراستہ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ:۔ ناظم ادارۂ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳، کراچی

اب تو ہی بتا تیرا مسلماں کدھر جائے

ہندوستان میں بیچارے بے کس و بے بس مسلمانوں پر جو کچھ بیت رہی ہے اس کی پوری داستان خونچکاں تو ہمارے سامنے نہیں آسکتی۔ لیکن وہاں کے بعض اخبارات میں جو اِکا دُکا واقعات شائع ہوتے رہتے ہیں انہیں پڑھ کر آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ مثلاً کانگریسی جمیعت العلمار کے اخبار، الجمعیت نے حال ہی میں اپنے ایک مقالۂ افتتاحیہ میں یہ لکھا ہے کہ راجستان میں پولیس مسلمانوں کو بُری طرح ہراساں کر رہی ہے۔ مسلم شہریوں کو تھانوں میں بلایا جاتا ہے اور وہاں مارپیٹ کے بعد ان سے کہا جاتا ہے کہ وہ پاکستان چلے جائیں۔ چنانچہ ایک حاجی کو تھانہ میں اتنا مارا کہ وہ بیچارہ وہیں مرگیا۔

انہی واقعات سے متاثر ہو کر بھارت سے ایک دردمند مسلمان نے ہمیں لکھا ہے کہ

> کیا آپ کو اپنے پڑوس میں اس ملک کا بھی علم ہے جہاں تقریباً تین کروڑ مسلمان جانوروں سے بدتر غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں! ان کی قیمت مکھی کے برابر بھی نہیں۔ ان کا خون جانور کے خون سے بھی سستا ہے۔ کاغذ پر دنیا کو دھوکا دینے کے لئے برابر کے حقوق دیئے گئے ہیں۔ لیکن درحقیقت ان کی کوئی آواز نہیں۔ انہیں ہر طرح ذلیل و خوار کیا جاتا ہے۔ ان کی زبان تہذیب اور تمدن کو مٹایا جا رہا ہے۔ طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے ان کو مرتد بنایا جا رہا ہے۔ غرضیکہ ان کی حالت ناگفتہ بہ ہے کوئی ان کی فریاد سننے والا نہیں۔ کیا اس سلسلہ میں آپ لوگوں پر کوئی ذمہ داری عاید نہیں ہوتی؟

ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اس کا اندازہ اس سے بھی لگ سکتا ہے کہ وہاں کے ہندو، اور تو اور سکھوں کو بھی اپنوں میں سے نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اس سے پہلے سکھ اور ہندو ایک ہی شمار کئے جاتے تھے۔ چنانچہ اس باب میں دلی سے شائع ہونے والے اخبار ریاست کا حسب ذیل تبصرہ غور سے پڑھنے کے قابل ہے

> اکتالیس برس پہلے پنجاب کا ایک ہندو بھی ایسا نہ تھا جو سکھ گرو صاحبان کو اپنا رہنما تسلیم نہ کرتا ہو۔ ہندوؤں کی آبادی کی اکثریت ہر روز صبح گوردواروں میں جاتی تھی۔ سکھوں سے اپنے حقیقی بھائیوں جیسا سلوک کیا جاتا تھا اور ہندوؤں اور سکھوں کے درمیان رشتے ناطے ہوتے تھے، مگر پچھلے اکتالیس برس کے بعد آج کیفیت یہ ہے کہ آپ کو ایک ہندو بھی اب نہ ملے گا جو اکالی تحریک کی غلط اور ایجی ٹیشن ہندو روش کے باعث سکھوں کا دشمن نہ ہو، شاید ہی کوئی ہندو ایسا ہوگا جو کبھی کسی گوردوارے میں نظر آئے، ہندوؤں اور سکھوں کے درمیان رشتے ناطے قطعی ختم ہو چکے ہیں۔ اور پنجاب میں حالت یہ ہے کہ اکالی تو "دھوتی ٹوپی جمنا پار" اور ہندو "استرا قینچی ہے تیار" کے شرمناک نعرے لگا رہے ہیں۔"
>
> (بحوالہ الجمیتہ ۲۰ ستمبر)

آپ سوچئے کہ جہاں سکھوں کے ساتھ یہ کچھ ہو رہا ہو وہاں ہندوؤں کے ہاتھوں مسلمانوں کے خلاف کیا کچھ نہ ہوتا ہوگا؟ جہاں تک ہندوستان کے مسلمانوں کی اجتماعیت کا تعلق ہے انہوں نے تقسیم کے بعد اپنے ہاں کی مسلم لیگ کو زندہ رکھا تھا لیکن اب اس جماعت نے بھی یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ کانگریس میں شامل ہو جائے گی۔ آل انڈیا مسلم جماعت کے نام سے ایک اور اجتماعی ادارہ کا قیام عمل میں آیا تھا لیکن اس کے کارکنوں کے خلاف جو سختیاں ہوئیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بیچاری نے بھی دم توڑ دیا ہے۔ لہٰذا اب وہاں کوئی اجتماعی ادارہ ایسا نہیں جو وہاں کے مسلمانوں کی حفاظت کے لئے زبان تک کھول سکے۔ وہاں کے مذہبی رہنما (یعنی علمار کی جماعت) شروع ہی سے متحدہ قومیت کی حامی اور کانگریس کی غاشیہ بردار چلی آرہی ہے۔ اس لئے ان کے ہاتھوں مسلمانوں کی جس قدر حفاظت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔ اس باب میں اس خط کا دوسرا حصہ قابل ملاحظہ ہے جس کے پہلے حصہ کا اقتباس اوپر دیا جا چکا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ

> امام غزالی نے ملاؤں کو شیطان کا ایجنٹ لکھا ہے۔ واقعی یہ گروہ امپیریلزم کی پیداوار ہے۔ ہر زمانہ میں امپیریلزم نے اس کو اپنا ایجنٹ بنایا چنانچہ آج کل لدھیانہ کا ایک مُلا امپیریلزم کے پروپیگنڈہ کے لئے اسلامی ممالک میں بھیجا گیا ہے آپ نے طلوع اسلام میں اس کا ذکر کیا ہے کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ مسلمانوں کا صحیح حال ممالک اسلامیہ کے سامنے پیش کریں اور ان دین فروش اور ضمیر فروش ملاؤں کی قلعی کھولیں۔

ہندوستان کے مسلمانوں کے تحفظ کی ایک ہی صورت تھی یعنی پاکستان کا ایک طاقتور مملکت بن جانا۔ لیکن افسوس کہ یہ چیز ہمیں اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ جونا گڑھ، مانا ودر، مانگرول اور حیدرآباد جیسی ریاستیں دیکھتے ہی دیکھتے ہندوؤں کے قبضہ میں چلی گئیں اور کشمیر ان کے پنجۂ استبداد میں اس بُری طرح سے جکڑا ہوا ہے۔ بھارت کا سلطان تو ایک طرف، انہوں نے اہل پاکستان کا پانی تک بند کر رکھا ہے۔ لہٰذا جب ہماری اپنی حالت یہ ہے تو ہم ہندوستان کے مظلوم مسلمانوں کو کیا سہارا دے سکتے ہیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے مسئلہ کا ایک ہی حل ہے جسے طلوع اسلام اس سے پہلے بھی پیش کر چکا ہے۔ اور وہ یہ کہ اس مسئلہ کو اقوام متحدہ کے سامنے پیش کیا جائے اور بین المملکتی تصفیہ کی رُو سے ایسا انتظام کیا جائے کہ ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں میں سے جو لوگ پاکستان کی طرف آنا چاہیں ان کے لئے ہندوستان سے قطعۂ زمین لے کر پاکستان کے ساتھ شامل کر لیا جائے اور اس طرح انتقال آبادی سے اس مستقل مصیبت کو ختم کر دیا جائے۔ اس وقت ہو یہ رہا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو تنگ کر کے اور ان کا سب کچھ چھین کر انہیں پاکستان کی طرف بھیجا جا رہا ہے۔ اور ان کی وجہ سے پاکستان کی کمر ٹوٹ رہی ہے۔ اگر اس سلسلۂ درآمد کو بین الاقوامی تصفیہ کے ذریعہ آئینی حیثیت دیدی جائے تو ان لوگوں کی آبادی کے لئے ہم کم از کم ہندوستان سے زمین تو لے سکیں گے۔ ضرورت ہے کہ ملک کا حساس طبقہ اس سوال کے متعلق پوری توت سے سلسلہ جنبانی کرے تاکہ حکومت اس کی طرف اپنی پوری توجہ دے سکے۔

بزم طلوع اسلام

کراچی کراچی سے مسٹر رشید احمد صاحب ۱۷۷ ٹگن بلڈنگ موہن روڈ کراچی نمبر ۵ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۴ء کے تمام پرچے کسی بزم طلوع اسلام کو مفت دینے کی پیش کش کرتے ہیں۔ البتہ محصول ڈاک اس بزم کے ذمہ ہوگا جو یہ رسالے طلب کرے۔

لائل پور طفیل محمد خاں صاحب جمعدار ریلوے کوارٹر C-67 متصل اسٹور پی ڈبلیو آئی۔ ریلوے اسٹیشن لائل پور۔ تحریر فرماتے ہیں کہ لائلپور کے قارئین طلوع اسلام ان سے تشکیل بزم طلوع اسلام کے سلسلہ میں ان سے رابطہ پیدا فرمائیں۔

اسلامی معاشرت
از پرویز
قیمت ـــــــ دو روپے

اسلام کی سرگزشت

زمانۂ جاہلیت میں عربوں کی حیات عقلیہ اور اس کے مظاہر سے بحث کر لینے کے بعد گزشتہ اشاعت میں لفظ اسلام اور مسلم کے معانی بتائے گئے تھے کہ عربی زبان میں یہ کن کن معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ آج کی فرصت میں اسلام اور مسلم کے اصطلاحی معنی اور اسلام کی موٹی موٹی اور بنیادی تعلیمات پر روشنی ڈالی جائے گی۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○

عیسیٰ نے جب اپنی قوم سے کفر کو محسوس کیا تو انہوں نے پکارا کہ خدا کے قانون کو قائم کرنے میں کون لوگ میرے مددگار ہوتے ہیں؟ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے قانون کے مددگار بنتے ہیں۔ ہم خدا پر ایمان لائے اور گواہ رہے کہ ہم (مُسْلِمُوْنَ) مطیع و فرمانبردار ہیں۔

پھر یہ لفظ خصوصیت سے اس دین پر استعمال ہونے لگا جو محمد صلعم لائے تھے چنانچہ اس آیت میں انہی معنوں میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کا تم پر اتمام کر دیا اور نظام زندگی کے اعتبار سے اِسْلَام کو تمہارے لئے پسندیدہ دین قرار دیدیا۔

دوسری جگہ ہے

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (جو اسلام کے سوا کوئی دوسرا نظام زندگی تلاش کرے گا تو ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔)

لہٰذا اس اِسْلَام کا مفہوم خدا کے سامنے خضوع و اطاعت اور اس کے قوانین کی پیروی اور فرمانبرداری ہے۔ غالباً عقلیت جاہلیہ کے برخلاف جو حمیت اور تعصب کا ایک مجموعہ تھی اِسْلَام کا نام ہی مناسب ترین نام ہو سکتا تھا۔

※

اسلامی تعلیمات اسلامی تعلیمات پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں دو قسم کی تعلیمات ملتی ہیں۔ عقائد سے متعلق۔ اور اعمال سے متعلق۔ قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیت ان تعلیمات کے اہم ترین حصہ پر مشتمل ہے جہاں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ ھُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُـقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ ھُمْ يُوْقِنُوْنَ ○

یہ کتاب (قرآن) ہر قسم کے ریب و شک سے بلند ہے۔ ان لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے جو اپنی زندگی کو خدا کے قوانین سے ہم آہنگ کرنا چاہتے ہوں اور ان دیکھے نتائج پر یقین رکھتے ہوں۔ نظام صلوٰۃ کو قائم کرتے ہوں اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دیا ہے (اسے مفاد عامہ کے لئے) کھلا رکھتے ہوں۔ جو اس کتاب پر بھی یقین رکھتے ہوں جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے (دیگر انبیاء پر) اتاری گئی تھیں اور (ساتھ ہی) آخرت کی زندگی پر یقین رکھتے ہوں۔

ان امور کو ہم قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے جو اس آیت میں مذکور ہوئے ہیں۔

عقائد اسلام کی بنیادوں میں سے اہم ترین بنیاد "خدا کا اعتقاد" ہے خدا کا اعتقاد یوں تو تقریباً دنیا کی تمام قوموں میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ کوئی قوم ایسی نہیں ملتی خواہ وہ متمدن ہو یا خانہ بدوش کہ خدا کے اعتقاد سے خالی ہو۔ لیکن الوہیت کے نظریہ اور اللہ کے اوصاف کے بارہ میں دنیا کی اقوام میں بڑا ہی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسلام نے جو خدا کے اوصاف بیان کئے ہیں انہیں ہم قرآنی آیات کے مطابق مختصراً یوں بیان کر سکتے ہیں کہ وہ کسی قبیلہ کا اللہ نہیں ہے نہ ہی تنہا قوم عرب کا خدا ہے۔ نیز وہ صرف نوع انسانی ہی کا خدا نہیں ہے بلکہ وہ ہر چیز کا اللہ ہے۔ وہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ ہر موجود چیز اس کی پیدا کی ہوئی ہے اور اس کے امر کے سامنے سربسجود ہے۔ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کی ملکیت ہے۔ ھُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔ اللہ کی ہی وہ ہستی ہے جس نے تمہارے لئے وہ تمام چیزیں پیدا کی ہیں جو پستیوں میں موجود ہیں الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا وہ خدا جس نے بلندیوں اور پستیوں کو پیدا کیا اور ان کے درمیان جس قدر چیزیں ہیں ان سب کو بھی پیدا کیا اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ۔ اللہ جو تمہاری ربوبیت کرنے والا بھی ہے اور تمہارے پہلے باپ دادوں کی بھی۔

مظاہر کائنات کی ہر چیز اس سے صادر ہوئی ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ خدا وہ ہے جس نے سمندروں تک کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ اور اس نے زمین میں ایسی میخیں لگا دی ہیں کہ وہ تمہیں لے کر ادھر سے ادھر کو لڑھک نہیں سکتی۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا۔ خدا وہ ہے جس نے بلندیوں کو تم پر بغیر کسی ستون کے جو تمہیں نظر آ رہا ہو بلند کر رکھا ہے۔ وَھُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ "خدا ہی کی وہ ہستی ہے جو باران رحمت سے پہلے بشارت و خوشخبری دینے کیلئے ہوائیں بھیجتا ہے۔"

صوبہ سرحد کی واحد مؤثر آواز

روزنامہ **شہباز** پشاور

اگر آپ صوبہ سرحد اور قبائل کے حالات سے باخبر رہنا چاہتے ہیں اور سیاسی حالات کے پس منظر سے آگاہی چاہتے ہیں تو "شہباز" کا مطالعہ کریں۔

یہی وہ روزنامہ ہے

جس کے پاس سرحد میں ٹیلی پرنٹر سروس ہے اے۔پی۔پی۔ رائٹر۔ ای۔ پی اے، اور اپنے نامہ نگاروں کی خصوصی خبریں شائع کرتا ہے۔ اور باتصویر ہفت روزہ ایڈیشن شائع کرتا ہے

کراچی میں شہباز

طاہر بک ڈپو

ٹرام جنکشن۔ صدر روڈ کراچی سے دستیاب ہو سکتا ہے

سلیم کے نام

(پرویز)

میرے بھائی! برا ماننے کی کوئی بات نہیں کہ میں نے طاہرہ کے خط کا جواب پہلے دیا اور تمہارے خط کا جواب بعد میں دے رہا ہوں۔ بات صاف ہے اور اس میں مجھے کسی اخفاء کی ضرورت نہیں کہ جب بھی بیٹی اور بیٹے میں موازنہ ہوگا تو میری میزان میں بیٹی کا پلڑا ہمیشہ جھکیگا۔ اسے تم جذبات کہہ کر اپنے دل کو تسکین دے لو تو اور بات ہے۔ ورنہ میرے نزدیک تو یہ زندگی کی اٹل حقیقت ہے کہ

از امومت پختہ تر تعمیر ما   درخطِ سیمائے او تقدیر ما

جو بات تم نے پوچھی ہے اس تک پہنچنے سے پہلے اگر تم قرآن کی دو آیتوں کو سامنے لے آؤ تو مسئلہ بہت آسان ہو جائے گا۔ سورۂ ابراہیم کی پہلی آیت یہ ہے کہ کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ۙ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰى صِرَاطِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِۙ ‏(۱/۱۴) یہ قرآن ہم نے تیری طرف اس لئے نازل کیا ہے کہ اس کے ذریعے تو نوعِ انسان کو ظلمات (تاریکیوں) سے نکال کر نور (روشنی) کی طرف لے آوے۔ ان کے نشو و نما دینے والے کے قانون کے مطابق انہیں زندگی کے اس توازن بدوش راستے پر ڈال دے جو جلال و جمال، غلبہ و قوت، اور حسن و تزئین سب کچھ عطا کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ اس خدا کی طرف لے جانے والا راستہ ہے جو ان تمام صفات کا مالک ہے۔ اس آیۂ جلیلہ میں قرآن کی خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے ذریعے نوعِ انسانی ظلمت سے نور کی طرف آسکتی ہے۔ اس میں لفظ ظلمات (تاریکیاں) جمع کے صیغے میں آیا ہے۔ جس سے مراد ہر قسم کی تاریکیاں ہیں۔ عقائد و تصورات کی تاریکیاں۔ رسوم و مناسک کی تاریکیاں۔ تمدن و معاشرت کی تاریکیاں۔ سیاست و معیشت کی تاریکیاں۔ غرضیکہ زندگی کے ہر گوشے کی تاریکی سے روشنی کی طرف لے آنے والی کتاب۔ ان تاریکیوں کی تفصیل قرآن کے مختلف مقامات میں دی گئی ہے لیکن خود اسی سورہ میں تین ہی آیات کے بعد ایک ایسا ٹکڑہ آتا ہے۔ جس نے ساری بات کو واضح کر کے رکھ دیا ہے اور نکھار کر بتا دیا ہے کہ ظلمات کسے کہتے ہیں اور نور کیا ہوتا ہے فرمایا وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اَنۡ اَخۡرِجۡ قَوۡمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ‏(۵/۱۴) ہم نے موسیٰ کو اپنے احکام و قوانین دے کر بھیجا۔ اور اس سے کہا کہ وہ ان کے ذریعہ اپنی قوم کو ظلمات سے نور کی طرف لے جائے۔ قرآن کی اس آیت نے خود بتا دیا کہ قوموں کی زندگی میں ظلمات کسے کہتے ہیں اور وہ نور کی وادی میں کس طرح داخل ہوتی ہیں۔ فرعون کی محکومیت میں قوم بنی اسرائیل جس قسم کی زندگی بسر کر رہی تھی اسے ظلمات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں کہ اس دور میں بنی اسرائیل کی حالت کیا تھی۔ تورات اور قرآن دونوں میں اس داستانِ درد انگیز کی تفاصیل ملتی ہیں۔ حضرت موسیٰ ضابطۂ خداوندی کے مطابق اس قوم کو فرعون کی محکومیت سے نکال کر بیت المقدس کی ان وادیوں میں لے آئے۔ جہاں ان کے اور ان کے خدا کے درمیان کوئی دوسری قوت حائل نہ تھی اور جہاں انہیں اس امر کی پوری پوری آزادی حاصل تھی کہ وہ اپنے خدا کے قوانین کے ماتحت زندگی بسر کریں۔ اسی کو قرآن نے نور سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت موسیٰ ایک قوم (بنی اسرائیل) کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ کے متعلق کہا ہے کہ ان کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ وہ قرآن کے ذریعے پوری کی پوری نوعِ انسانی کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں گے۔ یعنی جو قومیں قرآن کا اتباع کریں گی وہ دنیا میں ہر قسم کی غلامی سے نجات حاصل کر کے ایسی آزادی کی نورانی منزل میں پہنچ جائیں گی جہاں ان پر صرف ان کے خدا کی قوانین کی حکومت ہوگی۔ ظاہر ہے کہ قرآن کے اس دعویٰ کا عملی تجربہ نبی اکرمؐ کے مقدس ہاتھوں سے ہوا۔ آپ نے اپنی قوم کی تربیت قرآن کی روشنی میں کی اور ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ قوم کس طرح ظلمات سے نکل کر نور کی طرف آگئی۔ یہ کچھ کیسے ہوا تھا؟ قرآن اور تاریخ میں اس کی تفاصیل موجود ہیں۔ ان کا ماحصل یہی ہے کہ محمد رسول اللہ والذین معہٗ نے اپنے یقینِ محکم اور عملِ پیہم سے باطل کی ہر قوت کا مقابلہ کیا۔ اور اسے شکست دے کر فاتح و منصور آگے بڑھتے چلے گئے تاآنکہ عہدِ جاہلیت کی تمام انسان ساز تاریکیاں ایک ایک کر کے چھٹ گئیں اور "زمین اپنے نشو و نما دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھی"۔ اس جہادِ مسلسل میں قوانینِ خداوندی کی تائید و نصرت اس جماعت کے ساتھ تھی۔ یعنی جب ان کا ہر قدم اس قانون کے مطابق اٹھتا تھا تو اس قانون کی اتباع سے جس قدر درخشندہ نتائج مرتب ہونے تھے۔ وہ سب مرتب ہوتے چلے جاتے تھے۔ قرآن میں یہ بھی بتایا ہے کہ جو قوم قوانینِ خداوندی کے مطابق چلتی ہے کائناتی قوتیں (جنہیں قرآن ملائکہ کہہ کر پکارتا ہے) بھی اس کا ساتھ دیتی ہیں۔ کائناتی قوتوں میں کچھ تو وہ ہیں جو طبعی دنیا سے متعلق ہیں۔ اور جن کی تسخیر سے انسان حدود فراموش قوتیں حاصل کرتا چلا جاتا ہے۔ کچھ قوتیں اس کی نفسیاتی دنیا سے متعلق ہیں۔ قانونِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے سے یہ قوتیں بھی انسان کا ساتھ دیتی ہیں۔ جن کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا سینہ متضاد قوتوں (CONTRADICTIONS) کی رزمگاہ بننے کے بجائے سکون و طمانیت کی جنت بن جاتا ہے۔ تم تو سلیم، علم النفس (PSYCHOLOGY) کے طالب علم ہو۔ اس لئے تم اس حقیقت کو خوب سمجھ سکتے ہو کہ جس انسان کے دل میں تضادات کی کشمکش جاری ہو۔ وہ ہمیشہ وقفِ اضطراب رہتا ہے۔ اور اس کی توانائیاں اسی کشمکش کی نذر ہو جاتی ہیں۔ اس کے برعکس جو شخص ان تضادات میں توافق پیدا کرلے۔ اس کی تمام توانائیاں۔ اس کے پیشِ نظر مقصد کے حصول میں صرف ہوتی ہیں۔ اسے قرآن ملائکہ کی تائید کہتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا جن لوگوں نے اس حقیقت کا اقرار کر لیا کہ ہماری نشو و نما کا مالک اللہ ہے۔ یعنی یہ اسی کے قانونِ ربوبیت کے مطابق مل سکتی ہے۔ اور پھر اس ایمان پر جم کر بیٹھ گئے۔ اس طرح کہ کوئی چیز ان کے پائے استقامت میں لغزش نہ پیدا کر سکے تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ ان پر ملائکہ کا "نزول" ہوتا ہے اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا جو ان سے آ کر کہتے ہیں کہ تم کسی قسم کا خوف نہ کرو۔ نہ ہی افسردہ خاطر ہو۔ یعنی ملائکہ کے نزول کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے دل سے خوف و حزن جاتا رہتا ہے۔ اور صرف اتنا ہی نہیں (کیونکہ خوف و حزن کا جاتے رہنا تو محض منفی نتیجہ (NEGATIVE RESULT) ہے) بلکہ مثبت (POSITIVE) کامرانیاں اپنی انتہائی درخشندگی و تابناکی سے ان کے سامنے آجاتی ہیں وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَـنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ اور ان سے کہتے ہیں کہ تم اس جنت کی خوشخبری لو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓـؤُكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ ‏(۳۰-۳۱/۴۱) ہم دنیاوی زندگی میں بھی تمہارے رفیق و دمساز ہیں اور مستقبل کی زندگی میں بھی۔ یہی تھی ملائکہ کی وہ تائید جو جماعتِ مومنین کو بدر کے میدان میں حاصل ہوئی تھی اور جس کے متعلق سورہ انفال میں ہے اِذۡ يُوۡحِىۡ رَبُّكَ اِلَى الۡمَلٰٓـئِكَةِ اَنِّىۡ مَعَكُمۡ فَثَبِّتُوا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ‌ؕ سَاُلۡقِىۡ فِىۡ قُلُوۡبِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا الرُّعۡبَ ‏(۱۲/۸) جب تیرے نشو و نما دینے والے نے ملائکہ کو حکم دیا کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں تم جماعتِ مومنین کو ثابت قدم رکھو ان کے پائے استقامت میں لغزش نہ آنے پائے۔ میں ان کے مخالفین کے دل میں ان کا رعب طاری کر دوں گا۔

یہ ہے سلیم! خدا اور ملائکہ کی تائید و نصرت جو جماعتِ مومنین کو حاصل ہوتی ہے تاکہ وہ اپنے جہادِ مسلسل سے "ظلمات سے نور کی طرف آجائیں"۔ اسی کو سورہ احزاب کی اس آیت میں جس کا مطلب تم نے دریافت کیا ہے۔ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ هُوَ الَّذِىۡ يُصَلِّىۡ عَلَيۡكُمۡ وَمَلٰٓـئِكَتُهٗ لِيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ‌ؕ وَكَانَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَحِيۡمًا ‏(۴۳/۳۳) اے جماعتِ مومنین! خدا اور اس کے ملائکہ تم پر اپنی رحمت اور برکت نازل کرتے ہیں۔ ان کی تائید و نصرت تمہارے ساتھ ہے۔ تاکہ وہ تمہیں ظلمات سے نور کی طرف لے جائے۔ مومنین پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ وہ ان کی پوری پوری نشو و نما کرتا ہے۔ اور ان کی کوششوں کو بھرپور نتائج سے نوازتا ہے۔ یہ کچھ کس طرح ہوتا ہے؟ اس کا جواب اس سے پہلی دو آیات میں ہے جہاں کہا گیا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوا اللّٰهَ ذِكۡرًا كَثِيۡرًا ۙ‏ وَّسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا ‏(۴۱-۴۲/۳۳) اے جماعتِ مومنین! تم قوانینِ خداوندی کو ہر وقت اپنی نگاہوں کے سامنے رکھو۔ اس طرح کہ وہ کبھی تمہاری نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائیں۔ اور اس کے متعین فرمودہ پروگرام کی تکمیل میں صبح و شام (ہمیشہ اور مسلسل) سرگرمِ عمل رہو۔ تم ایسا کرو تو اس کے بعد تم دیکھو گے کہ خدا اور اس کے ملائکہ کی تائید و نصرت کس طرح تمہارے ساتھ رہتی ہے۔ اور تم کس طرح ظلمات پر قابو پا کر اپنی زندگی کو نورانیت میں لے آتے ہو۔

یہ کچھ تو جماعتِ مومنین کے لئے کہا۔ اور اس چیز کو نبی اکرمؐ کے لئے خصوصیت سے دہرایا جہاں فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓـئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ‌ؕ۔ اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر برکات و رحمت نازل کرتے ہیں۔ ان کی تائید و نصرت رسول اللہ کے ساتھ ہمیشہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ اے جماعت مومنین! تم بھی ایسا کرو کہ تمہاری تائید و نصرت رسول کے ساتھ رہے۔ یہ وہی چیز ہے جسے دوسری جگہ ان الفاظ میں کہا گیا کہ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ (۷/۱۵۷) وہ لوگ جو اس رسول پر ایمان لائیں اور عظمت مندانہ انداز سے اس کی تائید و نصرت کریں۔ سورۂ فتح میں ہے وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (۴۸/۹) اب سوال یہ ہے کہ جماعت مومنین صَلُّوْا عَلَیْهِ کا فریضہ ادا کس طرح سے کرے؟ اس کا جواب خود قرآن نے اس مقام پر دیدیا جہاں فرمایا کہ صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (۳۳/۵۶) وہ اپنی تائید و نصرت رسول کے ساتھ رکھیں۔ یعنی اس کی کامل اطاعت کریں۔ یہ ہے سلیم! صلوا علیہ کا عملی مفہوم۔ اس مقام پر قرآن نے اطاعت کے لئے سلموا تسلیما کہا ہے۔ اس کی تشریح دوسرے مقام پر اس طرح کر دی کہ فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (۴/۶۵) تیرا نشوونما دینے والا اس حقیقت پر شاہد ہے کہ یہ لوگ اپنے دعوائے ایمان میں کبھی سچے نہیں ہو سکتے۔ جب تک ان کی عملاً یہ حالت نہ ہو کہ اپنے تمام متنازعہ فیہ امور میں تمہیں (اے رسول) حکم بنائیں اور پھر جو تو فیصلہ دے۔ اس کے متعلق اپنے دلوں کے اندر بھی کوئی گرانی محسوس نہ کریں۔ اور اس طرح یہ تیری پوری پوری اطاعت کریں۔ یہ ہے مفہوم سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کا۔ اس مقام پر یہ کہا اور سورۂ اعراف کی جس آیت کا ایک حصہ اوپر نقل کیا گیا ہے یعنی عَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ اس کا باقی حصہ یہ ہے کہ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ (۷/۱۵۷) مومنین پر لازم ہے کہ وہ اس رسول کی تائید و نصرت کریں۔ یعنی اس کتاب کی اتباع کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے۔

اب تم سلیم! ان مختلف ٹکڑوں کو ملاؤ تو بات بالکل صاف ہو جائے گی کہ۔

(۱) رسول اللہ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ حضور قرآن کے ذریعے نوعِ انسانی کو ظلمت سے نور کی طرف لے آئیں۔ (۱۴/۱)

(۲) ظلمت سے نور کی طرف آنے کا عملی مفہوم وہ ہے جو حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کے ساتھ کیا۔ یعنی اس قوم کو انسانوں کی محکومی سے نکال کر خالص قوانین خداوندی کی اطاعت میں لے آنا (۱۴/۵)

(۳) اللہ اور اس کی کائناتی قوتیں اپنی تائید و نصرت جماعت مومنین کے ساتھ رکھتی ہیں۔ تاکہ وہ ظلمت سے نکل کر نور کی طرف آجائیں۔ (۳۳/۴۳)

(۴) اللہ اور اس کی کائناتی قوتوں کا یہی عمل خود رسول اللہ کے ساتھ بھی ہے (۳۳/۵۶)

(۵) اور مومنین کو خدا کا حکم ہے کہ وہ بھی رسول کے ساتھ یہی طرزِ عمل رکھیں۔ یعنی اپنی تائید و نصرت اس کے ساتھ شامل رکھیں! اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ رسول کی پوری پوری اطاعت کریں۔ (۳۳/۵۶)

(۶) رسول کی اطاعت سے مفہوم قرآن کی اطاعت ہے (۷/۱۵۷)

اس سے تم نے سلیم! سمجھ لیا ہوگا کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ایک بہت بڑا عملی پروگرام ہے جس سے مراد ہے جماعت مومنین کی طرف سے پوری پوری اطاعت اور اس سے مقصود یہ ہے کہ یہ جماعت خود بھی ظلمات سے نکل کر نور کی طرف آجائے۔ اور اس کے بعد تمام نوعِ انسانی کو نور کی طرف لے آئے۔ ظاہر ہے سلیم! کہ یہ پروگرام چند الفاظ کے دہرا دینے سے تو پورا نہیں ہو سکتا۔ یہ تو مسلسل جہاد چاہتا ہے۔

تم نے سلیم! یہ دیکھ لیا ہے کہ سورۂ ابراہیم میں جہاں قرآن کا مقصود یہ بتایا گیا ہے کہ وہ انسانیت کو ظلمات سے نور کی طرف لانے کا ذریعہ ہے۔ وہاں اس کی عملی توضیح، حضرت موسیٰ اور قوم بنی اسرائیل کی مثال سے دی گئی ہے (۱۴/۵)، اب تم یہ دیکھو کہ جہاں جماعتِ مومنین سے کہا گیا ہے کہ صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (۳۳/۵۶) اس سے اگلی آیت میں ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (۳۳/۵۷) جو لوگ اللہ اور رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ وہ دنیا اور آخرت میں نعمائے خداوندی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ یہاں سلموا تسلیما کے بالکل برعکس یؤذون آیا ہے۔ لہٰذا خدا اور رسول کو ایذا دینے کے معنی ہیں۔ ان کی سرکشی اور معصیت، عدم اطاعت۔ یہ بعینہٖ وہ چیز ہے جو بنی اسرائیل نے کی تھی۔ چنانچہ چند ہی آیات آگے جا کر اس کی تشریح کر دی جہاں فرمایا کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی (۳۳/۶۹) اے جماعتِ مومنین، دیکھنا کہیں تم اس قوم کی طرح نہ ہو جانا۔ جس نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی تھی۔ قوم بنی اسرائیل نے کس کس طرح حضرت موسیٰ کے احکام و ہدایات کی نافرمانی کی تھی۔ اس کی تفصیل قرآن کے مختلف مقامات میں موجود ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا سے مراد پوری پوری اطاعت ہی ہے۔

سورۂ احزاب کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جماعتِ مومنین کو صلوا علیہ کا حکم دیا ہے۔ لیکن سورۂ توبہ میں خود رسول اللہ سے کہا گیا ہے کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ..... وَصَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (۹/۱۰۳) یعنی جب لوگ اس مقصدِ عظیم کے لئے مال و دولت دے کر آئیں تو ان کی یہ پیشکش قبول کیا کرو۔ اس کے بعد ہے وَصَلِّ عَلَیْهِمْ ان الفاظ کا مفہوم ظاہر ہے۔ جب کسی جماعت کے افراد اپنے فرائض کی ادائیگی میں اس حسن کارانہ انداز سے جدوجہد کریں گے تو مرکزِ جماعت کی زبان پر بے ساختہ تحسین و آفرین کے الفاظ آجائیں گے۔ وہ انہیں شاباش دے گا۔ ان کے حق میں نیک دعائیں مانگے گا۔ ان کے حسن عمل کو سراہے گا۔ اور ان کی پیشکش کو تبریک و تہنیت کے جذبات سے قبول کرے گا۔ قرآن نے اس تمام کیفیت کو صلِّ علیہم کی جامع اصطلاح میں بیان کر دیا ہے اور اس کے بعد اس نفسیاتی کیفیت کا بھی اظہار کر دیا ہے اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ کہ تیری طرف سے تبریک و تہنیت اور تحسین و آفرین کا اظہار ان کے سکونِ قلب کا باعث ہوگا۔ جماعت کے جانفروش مجاہدین کو جب یہ معلوم ہو کہ ان کے اعمال کو شرفِ قبولیت عطا ہو رہا ہے، ان کا قائد انہیں (APPROVE) کرتا ہے۔ صرف تصویب ہی نہیں بلکہ اس کی تحسین (APPRECIATION) بھی اس کے ساتھ ہے تو اس سے ان کے حوصلے بہت بڑھ جاتے ہیں۔ وہ اور والہانہ انداز سے اپنے فرائض کی تکمیل میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے رسول کی وہ صلوٰت جو جماعت کے لئے وجہِ سکونِ قلب بنتی ہے۔

لیکن یہ ظاہر ہے سلیم! کہ اس حوصلہ افزائی (یا تبریک و تحسین) سے مراد یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے ہماری تائید (SUPPORT) حاصل ہے۔ ہم اس کام میں تمہارے ساتھ ہیں۔ اس مفہوم کے پیشِ نظر بھی جب ہم سورۂ احزاب کی زیرِ نظر آیات کو دیکھتے ہیں تو بات واضح ہو جاتی ہے۔ ایک طرف جماعتِ مومنین سے کہا گیا کہ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ یعنی جس گرمجوشی اور سرفروشی سے تم اس پروگرام کی تکمیل میں مصروفِ سعی و عمل ہو۔ اسے دیکھ کر ہماری اور کائناتی قوتوں کی زبان پر بے ساختہ تہنیت و تبریک اور تحسین و آفرین کے الفاظ آجاتے ہیں ہم تمہارے اس عمل کو بیحد پسند کرتے ہیں۔ جس سے مطلب یہ ہے کہ ہماری تائید تمہارے ساتھ ہے۔ دوسری طرف خود رسول اللہ کے متعلق فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ اس مقصد کے حصول میں خود رسول بھی جس مجاہدانہ سعی و عمل کا مظاہرہ کر رہا ہے اس سے خدا اور اس کی کائناتی قوتیں اس پر تہنیت و تبریک کے پھول برساتی ہیں۔ جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اسے ہماری پوری پوری تائید حاصل ہے۔ اس کے بعد ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ اے جماعتِ مومنین! اس رسول کی اس جدوجہد پر تم بھی غلغلہ ہائے تبریک و تحسین بلند کرو اور اس طرح اسے بتا دو کہ تمہاری تائید بھی اس کے ساتھ ہے لیکن اس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (۳۳/۵۶) تم اس کا پورا پورا ساتھ دو اور اس کی کامل اطاعت کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ظلمت سے نور کی طرف آجاؤ گے۔

تم نے دیکھ لیا سلیم! کہ دونوں صورتوں میں مفہوم ایک ہی ہے یعنی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (۳۳/۵۶)

مجاہدانہ سعی و عمل اور جانفروشانہ طاعت و فرماں پذیری کا ایک عملی پروگرام ہے پڑھنے پڑھانے کی بات نہیں ہے۔ اس حقیقت کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو سلیم! کہ خدا کی کتاب جماعت مومنین کو کچھ کرنے کا پروگرام دینے کے لئے آئی تھی۔ جب قوم سے قوتِ عمل جاتی رہی تو رفتہ رفتہ "کرنا" "پڑھنے" میں بدلتا چلا گیا۔ اور اس طرح اس کا عملی پروگرام درود و وظائف میں تبدیل ہو کر رہ گیا۔ اس کے متعلق اس سے زیادہ اور کیا کہا جائے کہ

واماندگیٔ شوق تراشے ہے پناہیں

امید ہے ان اشارات میں تمہیں اپنے سوال کا جواب مل گیا ہوگا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ابھی اس سے زیادہ مفصل خط نہیں لکھ سکا۔

والسلام

پرویز

اسلام پر ہندو تہذیب کے اثرات

تلخیص ترجمہ: محترم ڈاکٹر احمد امین مصری مرحوم

(۲)

تفلی ہی ایک دوسرے مقام پر کہتے ہیں کہ ہندوستانی ہی وہ پہلی قوم ہے جو تعداد میں بہت زیادہ ہے اور جن کا ملک بڑا وسیع ہے۔ معرفت کی شاخوں میں ان کی حکمت اور موشگافیوں کا تمام گزشتہ اقوام اعتراف کرتی آئی ہیں۔ چینی لوگ ملک ہند کو ملک حکمت کہا کرتے تھے کیونکہ ہندوستان علوم وفنون کا گہوارہ تھا۔ لہٰذا ہندوستان تمام اقوام کے نزدیک حکمت کی کان اور عدل وسیاست کا سرچشمہ مانا جاتا رہا ہے۔ چونکہ ہندوستان ہمارے ملک سے بہت دور واقع ہے۔ اس لئے اس کی تصنیفات ہم تک بہت کم پہنچی ہیں۔ اور ان کے علوم جستہ جستہ ہم تک پہنچ سکے ہیں۔ ہمیں بہت ہی کم ان کے علماء سے کچھ سیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

ہندی اقوام اسلام پر مختلف گوشوں سے اثر انداز ہوئی ہیں۔ جن میں سے اہم ترین گوشے الٰہیات، دینی مقالات ریاضت ومجاہدہ، حساب ونجوم اور ادب وغیرہ کا گوشہ ہے۔

الٰہیات یونان کی طرح ہندوستان کا بھی اپنا ایک فلسفہ تھا۔ فلسفہ کے مورخین نے اس پر کافی بحث کی ہے کہ ایک فلسفہ دوسرے فلسفہ پر کہاں تک اثر انداز ہوا۔ یعنی یونان نے ہندوستان سے کتنا کچھ لیا اور ہندستان نے یونان سے کہاں تک لیا۔ مگر اس موضوع پر بحث کرنے کی یہاں ضرورت نہیں ہے —— البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہندی فلسفہ کے کچھ مخصوص امتیازات ہیں جو اسے یونانی فلسفہ سے الگ کرتے ہیں۔ مثلاً یہ خصوصیت کہ ہندی فلسفہ مذہب کے ساتھ کامل امتزاج رکھتا ہے۔ نیز وہ شاعری کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ علمی رنگ میں رنگا ہوا نہیں ہے۔ وہ محسوس سے بڑھ کر معقول کے درجہ تک نہیں پہنچ سکا۔ اکثر موقعوں پر وہ شاعرانہ تعبیر پر اکتفا کر جاتا ہے۔ جو مجاز، استعارہ، اور خیالات سے بھری ہوئی ہوتی ہے۔ وہ اس علمی طریقہ کو اختیار نہیں کرتا جو مجازات کے بجائے حقائق کے ساتھ تعبیر کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اسے یوں سمجھئے کہ ہندو کہتے ہیں کہ تمام جہاں ایک ازلی اور ابدی چیز سے نکلا ہے۔ جو تغیر وتبدل کو قبول نہیں کرتی۔ اس ایک ازلی اور ابدی چیز کا نام "برہمن" ہے۔ پھر جب وہ اس کی شرح کرتے ہیں کہ یہ ساری دنیا "برہمن" سے کیونکر بن گئی تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ آگ میں تپاکر سرخ کیا ہوا لوہا لاکھوں کروڑوں شکلیں اختیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح یہ تمام چیزیں اسی ازلی اور ابدی واحد چیز سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور پھر اسی کی طرف لوٹ آتی ہیں۔ یا وہ یوں کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ جس طرح مکڑی کا جالا مکڑی سے پیدا ہوتا ہے۔ یا آگ کے شعلے آگ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح تمام حیوانات اور پوری دنیا اور دنیا کی ہر چیز اسی ایک اصل سے پیدا ہو جاتی ہیں۔

غور فرمایئے! یہ تشبیہات خیال کو تو مطمئن کر دیتی ہیں مگر عقل کو مطمئن نہیں کر سکتیں۔ ہندی فلسفہ اپنی زیادہ تر تشریحات میں اسی قسم کی شاعرانہ تعبیرات سے بھرا پڑا ہے ان کے لئے یہ عذر ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ایسی بات کی تشریح کرنا چاہتے ہیں۔ جس کا ادراک بڑا ہی مشکل ہے۔ ایسے ریاضی تعبیر یا علمی تعبیر کے ساتھ پیش کرنا آسان کام نہیں ہے۔ وہ محسوس سے لامحسوس کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ جس کی تعبیر تو ممکن ہے لیکن توضیح بڑی دشوار ہے۔ لیکن یونانی فلسفہ نے —— ان جیسے مقامات میں —— اس طریقہ کو اختیار نہیں کیا بلکہ حتی المقدور انھوں نے یہی کوشش کی ہے کہ علمی تعبیر کے ساتھ ہی ان مباحث کو سمجھا سکیں۔ اگرچہ افلاطونی اسکول میں کچھ تھوڑی سی شاعری ضرور ملتی ہے۔

یونانی اور ہندی فلسفہ میں فرق

ہندی فلسفہ اور یونانی فلسفہ میں ایک یہ بھی فرق ہے کہ ہندی فلسفے نے اپنے فلسفہ کی غرض وغایت انسان کی خدمت قرار دی ہے جبکہ یونانی فلسفہ صرف معرفت کے لئے معرفت کا مطالبہ کرتا ہے۔ ہندوؤں کے ہاں فلسفہ کا بنیادی باعث انسان کا یہ شوق ہے کہ وہ اس دنیا کے آلام ومصائب سے چھٹکارا حاصل کر سکے۔ اور یونانیوں کے ہاں فلسفہ کا بنیادی باعث تعجب ہے۔ وہ مظاہر عالم سے متعجب ہوئے تو انھوں نے ان کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کی اور وہ فلسفی بن گئے۔

ہندوستان میں صرف برہمنوں کا مذہب پھیلا ہوا تھا اس کے بعد وہاں بدھ مذہب نے عروج حاصل کیا۔ ان دونوں مذاہب کے عقائد واصول کو شرح وبسط سے یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ البیرونی نے ہندوستان کے اس مذہب کو بیان کیا ہے۔ جو اس نے وہاں چوتھی صدی ہجری میں دیکھا البیرونی نہایت نکتہ رس، صحیح البیان اور سنسکرتی لغت کا عالم تھا۔ طویل عرصہ تک ہندوستان میں رہا اور اہل ہند کے حالات سے واقفیت حاصل کی۔ اور اس موضوع پر اس نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں سے اہم ترین کتاب "تحقیق ماللهند من مقولة مقبولة في العقل أو مرذولة" ہے۔ اس کتاب میں البیرونی نے ان کے عقائد، علوم آداب اجتماعی احوال وغیرہ امور کو بیان کیا ہے۔ جدید علمی تحقیقات نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ البیرونی نے جو کچھ لکھا ہے اس میں اس نے صحیح نقشہ کھینچنے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ اور اس نے خلوص کے ساتھ علمی خدمت انجام دی ہے نیز جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ بڑی حد تک صحیح بیان کیا گیا ہے چند شاذ ونادر باتوں کو چھوڑ کر جہاں انھوں نے زبان کے کسی لفظ کو سمجھنے میں خود اپنے اوپر اعتماد کر لیا اور غلطی کھا گئے یا کہیں کہیں اسی بنا پر غلطی ہو گئی کہ انھوں نے کوئی بات نقل کی ہے۔ لیکن جس سے نقل کی ہے۔ اس نے غلط بیانی سے کام لیا —— عہد عباسی البیرونی سے قریب العہد تھا۔ اس لئے ہم یہ باور کر لینے میں حق بجانب ہیں۔ کہ ہندوستان کی حالت عباسی خلافت کے ابتدائی دور میں اس سے بڑی حد تک مشابہت رکھتی تھی جو البیرونی نے بیان کی ہے۔ انھوں نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ خود مشاہدہ کر کے، خود سن کر یا سنسکرتی زبان کی بہت سی ہندوستانی کتابوں میں خود پڑھ کر بیان کیا ہے۔ اس لئے قابل اعتماد ہے۔

البیرونی نے جو ہندوؤں کے اوصاف بیان کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ وہ بہت زیادہ خود پسند ہوتے ہیں۔ اپنی قوم ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اپنے مخالفین کو ذلیل نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ زمین کے بارے میں ان کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ محض انہی کی زمین ہے۔ لوگوں کے متعلق وہ سمجھتے ہیں کہ انسان صرف انہی کی جنس کے لوگ ہیں۔ بادشاہوں کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ وہ صرف انہی کے رؤسا ہو سکتے ہیں۔ مذہب کے بارے میں ان کا یہ خیال ہے کہ وہ محض ان کا دہرم ہی ہو سکتا ہے۔ علم کے متعلق وہ سمجھتے ہیں کہ علم وہی کچھ ہے جو ان کے پاس ہے۔ اپنی معلومات کے متعلق وہ حد درجہ کے بخیل ہوتے ہیں اور غیروں سے اسے محفوظ رکھنے میں نہایت مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ زمین پر ان کے شہروں کے علاوہ کوئی اور شہر آباد ہی نہیں۔ ان شہروں کے بسنے والوں کے سوا کہیں آدمی بستے ہی نہیں۔ ان کے علم کے سوا پوری مخلوق کے پاس علم کا ایک حبہ بھی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر ان کے سامنے کسی علم یا کسی عالم کا تذکرہ کیا جائے کہ وہ خراسان یا ایران میں موجود ہے تو وہ بتانے والے کو جاہل سمجھنے لگتے ہیں۔ کبھی اس کی بات پر یقین نہیں کرتے۔ اس کا سبب وہی خود پسندی کی آفت ہے۔ جس کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے ملک سے باہر نکلتے۔ اور دوسرے لوگوں سے ملتے جلتے تو شاید اپنی اس رائے سے رجوع کر لیتے۔ ان کے پہلے لوگ غفلت وجہالت کے اس مرتبہ پر فائز نہیں ہوتے تھے۔ برہمن جوان میں ایک فاضل آدمی گذرا ہے۔ وہ جہاں برہمنوں کی تعظیم وتکریم کا حکم دیتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ —— یونانی فلاسفہ نے —— اگرچہ یونانی پلید اور ناپاک ہیں —— چونکہ علوم کی خدمت کی ہے۔ اور علوم میں دوسرے لوگوں کی بہ نسبت اضافہ کیا ہے۔ اس لئے ان کی تعظیم وتکریم بھی واجب ہے۔

[illegible]

خدا کے بارے میں ہندوؤں کے عقائد

خدا کے بارے میں ان کے عقائد کا تذکرہ کرتے ہوئے البیرونی نے ان کے خواص وعوام میں فرق کیا ہے۔ کیونکہ خواص کی طبیعتیں بنیادی چیزوں کے بارے میں تحقیق کرنا چاہتی ہیں اور عوام صرف محسوسات پر رک جاتے ہیں۔ چنانچہ البیرونی نے ان کے خواص کے عقائد کو اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے عقیدے سے بہت کچھ ہم آہنگ نظر آتا ہے۔ چنانچہ البیرونی نے کہا ہے۔

"اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ واحد ہے۔ ازلی ہے۔ نہ اس کی کوئی ابتداد ہے نہ انتہا، وہ اپنے افعال میں مختار ہے۔ قادر ہے۔ حکیم ہے۔ زندہ ہے اور دوسروں کو زندگی بخشنے والا ہے۔ تدبیر امور کرنے والا اور چیزوں کو باقی رکھنے والا ہے۔ اپنی بادشاہت میں وہ اضداد وانداد سے یکتا ہے۔ وہ کسی چیز کا مشابہ نہیں اور نہ کوئی چیز اس کے مشابہ ہے۔"

اس کے بعد البیرونی نے اس پر دلائل قائم کئے ہیں کہ یہ ہندوؤں کے خواص کا عقیدہ ہے۔ اور اس سلسلہ میں ان کی پرانی کتابوں کی تصریحات پیش کی ہیں۔ پھر عوام کا عقیدہ بیان کیا ہے۔ ان کے اقوال بہت ہی مختلف ہیں اور بسا اوقات انھوں نے بڑی ہی بھونڈی شکل اختیار کرلی ہے۔ اس قسم کا فرق تمام اقوام بلکہ خود اسلام میں ملتا ہے چنانچہ تشبیہ واجبار جیسے عقیدے مسلمانوں میں بھی مل جاتے ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں اس فرق کی البیرونی نے یہ مثال دی ہے کہ مثلاً ان کے خواص کہتے ہیں کہ خدا ہر چیز کو محیط ہوتا ہے حتیٰ کہ اس پر کوئی مخفی سے مخفی چیز بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اب ان کے عوام یہ سمجھ لیتے ہیں کہ احاطہ تو بصر (نگاہ) سے ہوتا ہے اور نگاہ آنکھ میں ہوتی ہے۔ لہٰذا خدا کا وصف یہ ہوا کہ اس کے ہزار آنکھیں ہوتی ہیں۔ یہ کمال علم کی تعبیر ہوگی۔

البیرونی نے ہندوؤں کے دینی فلسفہ کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے کہ ان کے عقائد اللہ کے متعلق کیا ہیں۔ موجودات عقلیہ اور حسیہ کے متعلق وہ کیا کہتے ہیں؟ مادہ کے ساتھ نفس کا تعلق، ارواح اور ان کے تناسخ۔ مقامات جزا، یعنی جنت و دوزخ، دنیا سے نجات کی کیفیت، قوانین فطرت (نوامیس الٰہیہ) اور رسل وانبیا، شریعتوں کے نسخ وغیرہ مسائل میں ان کے کیا عقیدے ہیں۔ اکثر مقامات پر البیرونی نے ہندوؤں اور اسلام، صوفیہ اور نصرانیہ، فلسفہ یونانیہ اور افلاطونیہ جدیدہ کے عقائد میں موازنہ بھی کیا ہے جن کا یہاں تذکرہ باعث تطویل ہوگا۔

عقیدۂ تناسخ

البتہ ایک بہت ہی اہم مسئلہ ایسا ہے جس کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ ہندوؤں کا خصوصی امتیاز ہے۔ اور اس نے مسلمانوں پر بھی کافی اثر ڈالا ہے۔ یہ مسئلہ تناسخ ارواح کا مسئلہ ہے۔ البیرونی نے اس بارے میں بالکل صحیح کہا ہے کہ جس طرح کلمۂ اخلاص کے ساتھ شہادت دینا مسلمانوں کے ایمان کا شعار ہے۔ اور تثلیث نصرانیت کی علامت ہے اور سبت کا دن منانا یہودیت کی نشانی ہے۔ ایسے ہی تناسخ ارواح ہندی مذہب کا سب سے بڑا نشان ہے۔ جو اس عقیدہ کا قائل نہ ہو۔ وہ ان کے دھرم کا تبع نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ہی اس کا شمار ہندوؤں میں سے کیا جاسکتا ہے۔[۲]

البیرونی نے تناسخ کے بارے میں ان کے نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ارواح ان کے نزدیک نہ مرتی ہیں۔ نہ فنا ہوتی ہیں۔ وہ ابدی ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ رہتے ہیں۔ نہ انھیں تلوار کاٹ سکتی ہے۔ نہ آگ جلا سکتی ہے۔ نہ پانی ڈبو سکتا ہے۔ اور نہ ہوا خشک کر سکتی ہے۔ بلکہ وہ ایک بدن سے دوسرے بدن میں اس طرح منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ جس طرح پرانا ہو جانے پر بدن لباس کو تبدیل کر لیتا ہے۔ مختلف اجسام میں نفس انسانی ارتقائی مدارج طے کرتا رہتا ہے جیسا کہ انسان، بچپن سے جوانی، کہولت اور بڑھاپے کی طرف ترقی کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس انسانی کمال کا طالب ہے۔ اور ہر چیز کو جان لینے کا خواہشمند ہے۔ مگر اس کے لئے بہت وسیع زمانہ درکار ہے۔ انسان وغیرہ کی عمریں بہت کم ہوتی ہیں۔ لہٰذا نفس انسانی کا ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل ہوتے رہنا ضروری ہے۔ وہ ہر نئے بدن میں نئے نئے تجربات، نئی نئی معلومات حاصل کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا باقی رہنے والی روحیں ان بوسیدہ اجسام میں باربار آتی رہتی ہیں۔ افضل جسم سے ارذل جسم کی طرف تنزل نہیں کرتیں۔ تاکہ نفس انسانی کمال کے درجہ کو حاصل کر سکے۔ حتیٰ کہ نامعلوم اشیاء کو جان لینے کا شوق پورا ہو جائے۔ اور اپنی ذات کے شرف کا یقین اسے حاصل ہو جائے۔ اور اس کے بعد وہ مادہ سے بے نیاز ہو جائے اور اس سے الگ ہو کر عاقل، عقل اور معقول کا اتحاد ہو جائے اور ایک چیز بن جائے۔

انھوں نے ثواب وعقاب اور جنت وجہنم کو بھی تناسخ کے اس نظریہ کے ساتھ مرتبط کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ جہنم سے غرض خیر کو شر سے اور علم کو جہالت سے جدا کرنا ہے۔ لہٰذا شریر روحیں نباتات۔ کم رتبہ پرندوں۔ رذیل حشرات الارض کے اجسام میں باربار آتی رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ ثواب کی مستحق ہو کر معصیت سے نجات پاتی ہیں۔ اور ان اجسام میں آنے لگتی ہیں جو ان اجسام سے زیادہ ترقی یافتہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہندوؤں میں سے کسی کا قول ہے کہ اگر میں دیوتاؤں کی طرف نہ جارہا ہوتا جو صاحب حکمت، سردار اور نیک لوگ ہیں۔ پھر اس کے بعد یہ کہ اگر میں ان لوگوں کے پاس نہ جارہا ہوتا جو مر چکے ہیں۔ اور ان لوگوں سے بدرجہا بدتر ہیں۔ جو یہاں دنیا میں موجود ہیں۔ تو میرا اپنی موت پر غم نہ کرنا بڑا ہی ظلم ہوتا۔ متکلمین میں سے جو لوگ تناسخ کی طرف مائل ہوئے ہیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ تناسخ کے چار مرتبے ہوتے ہیں۔

مسلمان متکلمین پر تناسخ کے اثرات

(۱) نسخ: انسانوں کے درمیان توالد۔ یعنی ایک انسانی جسم سے دوسرے انسانی جسم میں چلا جانا۔

(۲) مسخ (یہ نسخ کی ضد ہے) انسانوں کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے کہ وہ بندروں، خنزیروں اور ہاتھیوں کی صورت میں تبدیل کر دیئے جائیں۔

(۳) رسخ، جیسے نباتات۔ یہ نسخ سے بہت شدید ہوتا ہے کیونکہ وہ حرکت بھی نہیں کرسکتا۔ اور عرصہ دراز تک باقی رہتا ہے بلکہ بعض اوقات ہمیشہ ہمیشہ رہتا ہے، جیسے پہاڑ وغیرہ۔

(۴) فسخ (رسخ کی ضد ہے) وہ نباتات جو توڑ لئے جائیں، یا وہ جانور جو ذبح کر دیئے جائیں کہ تو وہ فنا ہو جاتے ہیں اور نہ ہی اپنے پیچھے کچھ چھوڑتے ہیں۔[۳]

تناسخ کے اس نظریہ نے یونانی فلسفہ، مانوی دیانت، اسلامی تہذیب، تصوف اور نصرانیت میں بڑے دور رس اثرات مرتب کئے ہیں۔

تناسخ کے عقیدہ کا یونان پر اثر

چنانچہ فیثاغورس تناسخ کے نظریہ کا قائل تھا۔ یونانی فلسفہ کے زیادہ تر مورخین نے اسی خیال کو ترجیح دی ہے کہ یہ عقیدہ دراصل ہندی فلسفہ سے ماخوذ تھا۔ فیثاغورس سے اس عقیدہ کو امبدکلیس اور افلاطون نے لیا۔ فیثاغورس انسان اور حیوان کے درمیان تناسخ ارواح کا قائل تھا۔ اور اس کا بھی قائل تھا کہ زندگی کی گردش میں نفس انسانی کو اس کے ارتقاء سے آزادی ملتی ہے۔ اور یہ ارتقاء، دینی شعائر پر عمل کرنے۔ فکر و تامل رد عیان

ہمارے ناول

سیما	رئیس احمد جعفری	۴-۸-۰
طوفان	رئیس احمد جعفری	۴-۰-۰
چاندنی	رئیس احمد جعفری	۴-۰-۰
ہچکولے	رئیس احمد جعفری	۴-۴-۰
دام خیال	رئیس احمد جعفری	۳-۴-۰
دل ناداں	ہادی حسین	۳-۱۲-۰
فردوس	قیسی رام پوری	۴-۱۲-۰
خطا	قیسی رام پوری	۳-۴-۰
سزا	قیسی رام پوری	۳-۴-۰
انتقام	عابدی جعفر	۴-۴-۰
عداوت ہی سہی	عابدی جعفر	۴-۴-۰
فریب ہستی	تیرتھ رام فیروزپوری	۵-۰-۰
اندھیر	قیصر ایوب	۳-۰-۰
بے غیرت	یحییٰ صدیقی	۳-۱۲-۰
عشرت	عارف بٹالوی	۲-۸-۰
مستقبل کے سوداگر	رضا زیدی	۱-۱۲-۰
داغی	سلیم اللہ انصاری	۴-۴-۰

نفیس اکیڈیمی
بلاسس اسٹریٹ ۔ کراچی

گیان) اور فلسفہ سے حاصل ہوتا ہے۔ افلاطون نے عالم مثال کے بارے میں اپنی رائے اور روح کے جسم میں حلول کرنے سے پہلے کی معلومات کو یاد رکھنے کے بارے میں اپنے نظریہ کو نظریۂ تناسخ ہی کے ساتھ مربوط کیا ہے۔ اگرچہ افلاطون کا نظریہ تفصیلات میں اس سے بہت کچھ اختلاف رکھتا ہے جو بوڈلے نے بیان کی ہیں کہ اسے وہ بہت سی باتیں یاد تھیں جو اس کی پچھلی پیدائشوں میں اسے پیش آئی تھیں۔ ارسطو نے تناسخ کے بارے میں فیثاغورس اور افلاطون کی رائے کا ابطال کیا۔ خصوصیت کے ساتھ انسانی روح کے حیوانی جسم میں حلول کر جانے کے امکان کو اس نے بالکل ہی باطل قرار دیا اور کہا کہ اس کا امکان ہی نہیں ہو سکتا کہ جو ایک چیز کا وظیفہ ہوتا ہے وہ دوسری چیز کا وظیفہ ہو جائے۔ الخ

البیرونی نے بیان کیا ہے کہ مانی کو جب ایران سے ملک بدر کیا گیا۔ تو وہ سرزمین ہند میں داخل ہوا۔ اور ہندوؤں سے لے کر اس نے تناسخ کے عقیدہ کو اپنے مذہب میں داخل کر لیا۔ اور اس نے کہدیا کہ۔

"حواریین کو جب معلوم ہوا کہ روحیں فنا نہیں ہوتی ہیں بلکہ وہ مختلف صورتوں میں بار بار آتی رہتی ہیں تو انہوں نے مسیح سے ان روحوں کے انجام کے متعلق سوال کیا جو حق کو قبول نہیں کرتیں تو مسیح نے جواب دیا جو روح حق کو قبول نہیں کرتی تو وہ ہلاک ہو جاتی ہے۔ اسے کوئی راحت نہیں ملتی۔ یہاں روحوں کی ہلاکت سے مسیح کی مراد ان کا عذاب میں گرفتار ہونا ہے فنا ہو جانا نہیں ہے۔"[1]

بعض اسلامی فرقوں پر تناسخ کے اثرات

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے۔ تناسخ کا اثر بعض دینی فرقوں میں بہت زیادہ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ چنانچہ احمد بن حائط دیہ معتزلہ میں سے ہیں۔ مگر بعد میں معتزلہ نے ان سے اپنی برأت کی ہے) ابو مسلم خراسانی۔ قرامطہ۔ محمد بن زکریا رازی وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ روحیں اجسام سے جدا ہونے کے بعد دوسرے اجسام میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ یہ اجسام پچھلے اجسام کی نوع سے نہ ہوں۔ احمد بن حائط نے تناسخ پر اس آیت سے استدلال کیا تھا یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ فِیْ اَیِّ صُوْرَةٍ مَا شَآءَ رَكَّبَكَ نیز اس آیت قرآنی سے بھی جَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ[2]

شہرستانی نے تناسخ کے بارے میں احمد بن حائط کے قول کو وضاحت سے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ احمد بن حائط اسی کے قائل تھے کہ خدا نے اپنی مخلوق کو تندرست سالم عاقل اور بالغ کر کے پیدا کیا تھا۔ ان کا مسکن کوئی دوسرا مقام تھا۔ یہ جگہ نہیں تھی۔ جہاں وہ آجکل رہتے ہیں۔ خدا نے ان میں اپنی معرفت اور اپنا علم بھی ودیعت کر دیا تھا۔ اور مکمل طور پر اپنی نعمتوں سے ان کو نواز رکھا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ خدا نے ابتداءً ان پر صرف یہ فریضہ عائد کیا کہ وہ اس کا شکر ادا کریں۔ چنانچہ کچھ لوگ تو ایسے تھے جنھوں نے خدا کے احکام و امر کی پوری پوری اطاعت کی۔ کچھ لوگ ایسے تھے جنھوں نے پوری پوری نافرمانی کی اور کچھ لوگ ایسے تھے جنھوں نے کچھ احکام کی اطاعت اور کچھ احکام کی نافرمانی کی۔ تو جن لوگوں نے تمام احکام کی فرمانبرداری کی تھی۔ انھیں تو خدا نے اس دار النعیم میں برقرار رکھا جہاں ان کی ابتداءً آفرینش عمل میں آئی تھی۔ اور جنھوں نے پوری پوری نافرمانی کی تھی۔ انھیں اس مقام سے نکال کر عذاب کے مقام یعنی جہنم میں بھیج دیا گیا۔ اور جنھوں نے کچھ احکام کی فرمانبرداری اور کچھ کی نافرمانی کی تھی۔ انھیں اس دنیا میں بھیج دیا گیا ہے۔ جہاں انھیں ان کثیف اجسام کا لباس پہنایا گیا۔ اور انسانی صورتوں میں یا ان کے گناہوں کے مطابق بعض حیوانی صورتوں میں انھیں مشقت و مصیبت میں مبتلا کیا گیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ پھر حیوانات یکے بعد دیگرے اس دنیا میں اس وقت تک برابر پیدا ہوتے رہیں گے۔ جب تک ان کے ساتھ گناہوں کی آلائش باقی رہے گی۔[3]

ان سے پہلے سبائیہ ایک فرقہ گذرا ہے جو عبداللہ بن سبا کے متبعین تھے۔ عبداللہ ابن سبا کا یہ قول حضرت علیؓ کے متعلق نقل کیا جاتا ہے کہ اس نے حضرت علیؓ سے کہا تھا۔ "تو ہی تو ہے! یعنی تو ہی اللہ ہے۔ اس کا فرقہ اسی کا متبع رہا۔ اور وہ حضرت علیؓ کے بعد دیگر ائمہ میں جزو الٰہی کے تناسخ کو مانتا چلا آتا رہا۔[4] شیعوں میں جو غلو پسند لوگ گذرے ہیں وہ بھی ایسے ہی عقیدے رکھتے ہیں۔[5]

ان کے بعد ایک نصیریہ فرقہ پیدا ہوا۔ جن کا یہ اعتقاد تھا کہ جو لوگ گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ دنیا میں یہودی نصرانی یا سُنّی مسلمان بنا کر بھیجے جاتے ہیں۔ اور جو لوگ حضرت علیؓ پر ایمان نہیں لاتے۔ وہ اونٹ، خچر، گدھے یا کتے یا ان جیسے دوسرے حیوان بنا کر لوٹائے جاتے ہیں۔ باطنی فرقہ کے عوام کے عقائد بھی اسی سے ملتے جلتے ہیں۔

"الف لیلہ ولیلہ" کے بعض قصوں میں بھی ایسی چیزیں ملتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تناسخ مسلمانوں میں بہت عام تھا۔

اس سے پہلے دیکھا جا چکا ہے کہ تناسخ کا نظریہ مسلکِ حلول تک منتج ہوتا ہے۔ چنانچہ عقل، عاقل اور معقول یہاں ایک ہو جاتے ہیں۔ اور سب کے سب ایک چیز بن جاتے ہیں۔ اس نظریہ کا اثر ہمارے صوفیہ کے مسلک میں بہت ہی نمایاں نظر آتا ہے۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے۔ جس کا تصوف سے تعلق ہے۔

ہندوستان کا سُمنیہ فرقہ

ہندوستان کے مذاہب میں سے جو مذہب تناسخ کے قائل تھے۔ ان میں سے سُمنیہ فرقہ مشہور ہے یہ فرقہ سومنات کی طرف منسوب تھا۔ جو ہندوستان میں ایک بُت کا نام تھا۔ جسے سلطان محمود بن سبکتگین نے ۴۱۶ھ میں جلا دیا تھا (جیسا کہ الجزری نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے) البیرونی نے بیان کیا ہے کہ یہ فرقہ

کیا آپ نے یہ کتابیں دیکھی ہیں؟

مزاج شناس رسول — یہ کون بتائے کہ صحیح احادیث کونسی ہیں اور غلط کونسی؟ مزاج شناس رسول، مزاج شناس کون ہیں؟ اس کی تفصیل اس کتاب میں ملے گی۔ ۴۰۰ صفحات ——— قیمت چار روپے

مقام حدیث — حدیث کے متعلق تمام اہم سوالات کے تفصیلی جواب۔ احادیث کے متعلق اتنی معلومات کسی جگہ یک جا نہیں ملیں گی۔ دو جلدیں ہر جلد کے قریباً چار سو صفحات۔ اور قیمت فی جلد ——— چار روپے

فردوس گم گشتہ — (از پرویز) ان مضامین کا مجموعہ جنہوں نے تعلیمیافتہ نوجوانوں کی نگاہ کا زاویہ بدل دیا۔ خالص ادبی نقطۂ نگاہ سے۔ اردو لٹریچر کی بلند پایہ تصنیف۔ ۴۰۰ صفحات ——— قیمت چھ روپے

نوادرات — (از علامہ اسلم جیراجپوری) علامہ موصوف کے مضامین کا نادر مجموعہ۔ چار سو صفحات ——— قیمت چار روپے

اسلامی معاشرت — (از پرویز) مسلمان کے عادات و اخلاق کا خاکہ۔ رہنے سہنے کے ڈھنگ۔ سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر اسلوب قرآنی آئینہ میں صفحات ۱۹۲ — قیمت دو روپے

نظام ربوبیت — (از پرویز) انسان کے معاشی مسائل کا قرآنی حل اور ذاتی ملکیت کا قرآنی تصور دور حاضرہ کی عظیم کتاب ضخامت تین سو صفحے
قیمت (قسم اول) ——— چھ روپے
(قسم دوم) غیر مجلد ——— چار روپے

اقبال اور قرآن — (از پرویز) علامہ اقبال کے قرآنی پیغام سے متعلق محترم پرویز صاحب کے انقلاب آفریں مقالات کا مجموعہ ———
ڈسٹ کور کے ساتھ۔ صفحات دو سو چھپن (۲۵۶) ——— قیمت دو روپے

تمام کتابیں مجلد ہیں اور گرد پوش سے آراستہ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ: ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۴۳۱۳۔ کراچی

---

[1] السنۃ آیت ۲ [2] العقیدہ والملل والنحل لابن حزم صفحہ ۹۰-۹۱ ابن حزم نے ان استدلال کا جواب بھی دیا ہے [3] ص ۲۷ [4] الشہرستانی و ماشرا ابن حزم صفحہ ۱۱۸ [5] الشہرستانی صفحہ ۱

برہمنوں کے ساتھ سخت تخیض رکھتا تھا۔ اور قدیم زمانہ میں خراسان ایران، عراق، موصل اور شام کا کچھ علاقہ اس سمنی مذہب کا پیرو تھا۔ تا آنکہ زردشت آذربائیجان میں ظاہر ہوئے اور انہوں نے بلخ میں مجوسیت کی دعوت دی۔ اور ان کی دعوت پھیل گئی۔ اس کے بعد سمنی مذہب کا زور اس علاقہ میں بلخ کے مشرقی حصہ تک کمزور ہوتا چلا گیا[۱]۔ مگر یہ مذہب عہد عباسی میں مسلمانوں میں عام طور سے متعارف تھا۔ چنانچہ آغانی نے بیان کیا ہے کہ بصرہ میں متکلمین کے چھ زبردست امام تھے عمرو بن عبید۔ واصل بن عطار۔ بشار الاعمیٰ۔ صالح بن عبدالقدوس عبدالکریم بن ابی العوجاء اور ایک قبیلۂ ازد کا آدمی (ابو احمد نے کہا کہ یہ جریر بن حازم تھے) یہ سب کے سب ازدی کے مکان میں جمع ہوا کرتے تھے۔ اور بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے۔ ان میں سے عمرو اور واصل تو معتزلی ہو گئے اور عبدالکریم اور صالح نے سچی توبہ کر لی لیکن بشار حیرت میں مبتلا رہے اور کسی فیصلہ تک نہیں پہونچ سکے۔ لیکن وہ ازدی سمنیہ کے مسلک کی طرف مائل ہو گیا۔ جو ہندوستان کے مذاہب میں سے ایک مذہب ہے لیکن اس کے باوجود ازدی نے اپنے ظاہر میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ بلکہ وہ جیسے پہلے تھا۔ ایسے ہی اب بھی بظاہر مسلمان بنا رہا[۲]۔ مسلمان علماء اس فرقہ سے واقف تھے اور کتب توحید یا علم کلام میں ان سے طویل مناقشے ہوتے رہے ہیں۔ سمنیہ کے جو کچھ اقوال نقل کئے جاتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے قائل تھے کہ ''علم یا معرفت محض حواس کے ذریعہ ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ہر وہ علم جس کی بنیاد حواس پر نہ ہو۔ وہ علم کا فائدہ نہیں دے سکتا۔ محض غور و فکر جس کی بنیاد حواس پر نہ ہو۔ وہ مفید علم نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ الٰہیات میں ہو یا غیر الٰہیات میں[۳]۔''

کشاف مصطلحات الفنون کے مصنف نے اس بارے میں ان کے قول کا خلاصہ یوں کیا ہے کہ ''وہ لوگ اس کے قائل ہیں کہ علم کا ذریعہ صرف حواس ہی ہو سکتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ لاک اور اس کے متبعین سے پہلے اس نظریہ کی بنیاد رکھ چکے ہیں۔ لاک وغیرہ کا کہنا یہ ہے کہ صحیح معرفت کا ذریعہ محض حسی ادراک ہے۔ تمام بلند پایہ اور عظیم افکار جو بلندی میں بادلوں سے بھی اونچے ہوں بلکہ آسمانوں کے برابر ہوں۔ اگر کرید کر دیکھا جائے تو ان کی بنیاد بھی حواس ہی پر نکلے گی۔ عقل بڑی بڑی مسافتیں طے کر جاتی اور تفکر و تامل میں بلند مراتب تک پہونچ جاتی ہے۔ لیکن وہ اپنی ان تمام کوششوں میں بال برابر بھی ان بلند حدود سے نہیں ہٹ سکتی جو حواس اس کے لئے مہیا کرتے ہیں: یہ لوگ اس بارے میں ذہنی یا عقلی لوگوں کے بالکل نقیض ہوتے ہیں۔ جن کا یہ عقیدہ ہے کہ بعض مدرکات ایسے بھی ہیں جن کا ذریعہ حواس نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کا ذریعہ محض (ادراک عقلی) ہوتا ہے جیسا کہ ریاضیات اور الٰہیات میں دیکھا جاتا ہے۔

اس کے بعد مصنف نے تفصیل سے بتایا ہے۔ کہ مسلمانوں نے ہندوؤں سے ریاضی حساب ہندسہ ادب، ہندی الفاظ، ہندی قصص، حِکَم، مختلف قسم کے کھیل مثلاً شطرنج وغیرہ میں سے کیا کیا چیزیں کس حد تک لیں۔ اس کے بعد کہا ہے کہ

آخر میں اتنا کہنا ہے کہ ہندوؤں کی اپنی عادتیں، رسمیں دینی شعائر، نظم سیاسی اور شریعت وغیرہ تھیں۔ چنانچہ بنیادی طور پر جانوروں کو مارنا ان کے ہاں حرام ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے تمام اوامر و نواہی کو پس پشت ڈال دیا مگر برہمن چونکہ دین کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے ان کو نافذ کیا۔ کیونکہ دین لوگوں کو اپنی خواہشات کی پیروی کرنے سے روکتا ہے[۴]۔ بہت ممکن ہے کہ یہ تعلیمات ہی ہوں جو ابوالعلاء معری پر اثر انداز ہوئی ہوں۔ جس نے اپنے اوپر گوشت کو حرام قرار دے لیا تھا۔ اور حیوانات کے ذبح کو وہ پسند نہیں کرتا تھا۔ اس کے علاوہ شادی بیاہ، عدت، حمل اور نفاس کے اپنے احکام ان کے ہاں موجود تھے۔ مقدمات اور فیصلوں کے طریقے سزاؤں اور کفاروں کا نظام، میراث کے احکام، اور تہواروں کی اپنی عادتیں، لوگوں کی طبقاتی تقسیم اور ان کے باہمی تعلقات کی تحدید وغیرہ ان کے ہاں ایک ممتاز صورت سے پائی جاتی تھیں[۵]۔

یہ تمام دینی فلسفہ، ریاضی کی تعلیمات، ادبی قصے اور حکمتیں، شعائر مذہبی۔ اجتماعی رسوم۔ مملکت اسلامیہ میں سرایت کرتی چلی گئیں۔ اور عربی آداب کے عناصر میں سے ایک بہت بڑا عنصر بن گئیں۔

ماہنامہ طلوع اسلام کے
پرانے پرچے

ماہنامہ طلوع اسلام کے جو پُرانے پرچے دفتر میں موجود ہیں اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۹۴۹ء	اگست۔ ستمبر۔ نومبر۔ دسمبر
۱۹۵۱ء	جون، ستمبر، اکتوبر، نومبر
۱۹۵۲ء	اگست تا نومبر
۱۹۵۳ء	جنوری و اکتوبر کے علاوہ سب
۱۹۵۴ء	پورے سال کے

یہ پرچے بزم ہائے طلوع اسلام کو چوتھائی قیمت پر اور دیگر اصحاب کو آدھی قیمت پر دیدیے جائیں گے۔ خواہشمند حضرات اپنی فرمائشیں جلد بھیجیں۔ ورنہ ختم ہو جانے کا احتمال ہے۔

ناظم ادارۂ طلوع اسلام۔ کراچی

---

[۱] الہند من متولہ ص[illegible] [۲] اغانی صفحہ ۲۴/۲ [۳] ان کا قول اور اس کا جواب کتاب المواقف ص ۱۳۰/۱ اور المطالع ص ۶۱ پر دیکھئے۔ [۴] الہند من متولہ البیرونی ص ۲۸۶ [۵] البیرونی ص ۲۸۶ و مابعد

حقائق و عبر

(۱) بہرہ جج

مجلس دستور ساز کے اسپیکر کا فرض یہ بھی ہے کہ وہ ہر تقریر کرنے والے کی تقریر کے متعلق فیصلہ کرے کہ وہ موضوع سے متعلق ہے، آئین مجلس کے مطابق ہے، متعلقہ قوانین کی حدود شکنی نہیں کر رہی، اس کا کوئی حصہ قابل اعتراض نہیں۔ یا جب کوئی دوسرا ممبر اس تقریر کا جواب دے تو اسپیکر کا فریضہ ہوگا کہ وہ اس کا موازنہ کرے کہ اس جواب کا اس تقریر سے صحیح صحیح تعلق ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اسپیکر اس تقریر کو سمجھے۔ لیکن ہماری مجلس آئین ساز نے جو آجکل دنیا کو عجیب عجیب تماشے دکھا رہی ہے، اگلے دنوں ایک نیا سین پیش کیا۔ مسٹر گبن ڈپٹی اسپیکر، اسپیکر کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ بنگال کی عوامی لیگ کے ایک صاحب اٹھے اور انہوں نے بنگالی میں تقریر کرنی شروع کر دی۔ مسٹر گبن نے کہا کہ

زبانِ یار من ترکی و من ترکی نمی دانم

مقرر نے کہا کہ "دانم یا ندانم من در ترکی تقریری فرمایم" اسپیکر نے پھر کہا کہ میں اس زبان کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس پر ایوان کے عوامی ممبر حسب معمول چلا اٹھے کہ یہ ناانصافی ہے۔ بنگالیوں کے حقوق کی پامالی ہے۔ ہم بنگالی میں تقریر کریں گے اور مسٹر گبن کو اسے سمجھنا پڑے گا۔ چنانچہ مقرر صاحب بنگالی میں تقریر فرماتے رہے اور اسپیکر صاحب بیٹھے ان کا منہ تکتے رہے۔

ہم اس کی تائید میں ہیں کہ اسمبلی کے ہر ممبر کو اس کا حق ہونا چاہیئے کہ وہ جس زبان میں اپنے خیالات کا اچھی طرح اظہار کر سکتا ہے اس زبان میں تقریر کرے (تا آنکہ الیکشن سے پہلے امیدواروں پر یہ پابندی نہ لگا دی جائے کہ انہیں صرف فلاں زبان میں ہی تقریر کرنی ہوگی) لیکن مسٹر گبن نے جو اعتراض کیا اس کی معقولیت سے بھی تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ سوال یہ ہے کہ جب اس اسمبلی نے مسٹر گبن کو ڈپٹی اسپیکر چنا تھا تو کیا بنگالی ممبروں نے ان سے یہ پوچھ لیا تھا کہ آپ بنگالی بھی سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اگر یہ نہیں پوچھا گیا تھا اور نہ ہی اس قسم کی کوئی پابندی عاید کی گئی تھی کہ اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کے لئے فلاں فلاں زبان جاننا ضروری ہے تو پھر اسے ڈپٹی اسپیکر بنا کر اس سے ایسی زبان میں باتیں کرنا جسے وہ نہیں سمجھتا تماشا نہیں تو اور کیا ہے۔

(۲) فحش لٹریچر

اخبارات کی اطلاع کے مطابق ہندوستان کے وزیر داخلہ پنڈت پنت نے وہاں کی مجلس قانون ساز میں ایک بل پیش کیا ہے جس کا مقصد فحش لٹریچر کی اشاعت کو روکنا ہے۔ جہاں تک فحش لٹریچر کی درآمد کا تعلق ہے وہاں اس قسم کا قانون پہلے ہی سے موجود ہے کہ کسٹم والے اس لٹریچر کو لب ساحل ہی روک دیں۔ اب اس نئے بل کا مقصد یہ ہے کہ ملک کے اندر بھی کسی قسم کے مخرب اخلاق لٹریچر کی اشاعت نہ ہونے پائے۔

کبھی وہ زمانہ تھا کہ دنیا کی قومیں مسلمانوں سے سبق سیکھا کرتی تھیں۔ بھلائی کے ہر کام میں انہیں اپنے سامنے بطور نمونہ رکھا کرتی تھیں۔ آج وہ زمانہ ہے کہ اس قسم کے کاموں کے لئے ہمیں خود مسلمانوں سے کہنا پڑتا ہے کہ دیکھو دنیا کی غیر مسلم قومیں کیا کر رہی ہیں اور تم کدھر جا رہے ہو یہ توفیق پاکستان کو نصیب نہیں ہو سکی کہ وہ فحش لٹریچر کی درآمد اور ملک کے اندر اس کی اشاعت کو قانوناً بند کر دے۔ ہمارا خیال ہے کہ پاکستان میں اس قسم کا کوئی قانون موجود ہے (اور یہ قانون غالباً پرانی تعزیرات ہند ہی کے اندر ہے) کہ مخرب اخلاق لٹریچر کی اشاعت جرم ہے۔ لیکن اس قانون کے مطابق جن باتوں کو فحش قرار دیا جاتا ہے اُن سے بہت پہلے سینکڑوں امور ایسے ہیں جو نوجوانوں کے اخلاق کو بُری طرح تباہ کرتے ہیں لیکن وہ اس قانون کی زد میں نہیں آتے فحش لٹریچر کے علاوہ سنیما میں جو کچھ دکھایا جاتا ہے وہ ہماری آنے والی نسلوں کو بُری طرح سے تباہ کر رہا ہے۔ ان فلموں کے لئے بھی "بورڈ آف سنسرز" مقرر کئے جاتے ہیں اور ان کی اجازت کے بغیر کوئی فلم دکھائی نہیں جا سکتی۔ لیکن ان کے فحش کا اسٹینڈرڈ بھی اتنا اونچا ہے کہ سینکڑوں فحش فلمیں اُن کے سرٹیفکیٹ کے ساتھ چلتی رہتی ہیں۔

حکومت اگر ان کی طرف توجہ نہیں دیتی تو یہ کام ملک کی اصلاحی جماعتوں کا تھا کہ وہ ان امور کی روک تھام کریں۔ لیکن ملک میں جن جماعتوں کو اصلاح کا دعویٰ ہے ان کے نزدیک اصلاحی پروگرام صرف اتنا ہی ہے کہ حکومت کی کرسیاں ہمارے حوالہ کر دو پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ یعنی حکومت کی کرسیاں ملنے سے پہلے ان کے ذمہ اصلاح امت کا کوئی فریضہ عاید نہیں ہوتا۔

(۳) فرد نہیں جماعت

قرآن انسانی معاشرہ میں جو عظیم انقلابات لایا ان میں ایک یہ بھی تھا کہ اب افراد کی جگہ اقوام کا زمانہ آ گیا ہے لہذا کسی فرد کو اتنی اہمیت نہیں دینا چاہیئے کہ اگر وہ نہ رہے تو قوم کا شیرازہ بکھر جائے۔ امور مملکت کا نظم و نسق ہی ختم ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اس مقصد کے لئے قوم کو من حیث القوم ایسی تعلیم و تربیت ہونی چاہیئے کہ جس اسٹینڈرڈ پر ہم منتخب افراد کو دیکھتے ہیں وہاں تک بالعموم پوری کی پوری قوم پہنچ رہی ہو۔ یہی وہ مقصد تھا جس کے لئے قرآن نے اُمتِ مسلمہ کو تیار کیا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ یہ قوم دنیا کو عملاً دکھلائے کہ نظام افراد کے ماتحت نہیں ہوتا وہ پوری کی پوری اُمت کے سہارے آگے بڑھتا ہے اور اوپر کو اٹھتا ہے۔ مسلمانوں نے تو اس عظیم اصول کو پس پشت ڈال دیا۔ یہاں تک کہ جب ان کو زندہ افراد نہ ملے تو انہوں نے آسمان سے اُترنے والوں اور پردۂ غیب سے ظہور کرنے والوں کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ لیکن دُنیا کی باقی قوموں نے اس اصول کو سمجھ لیا۔ پچھلے دنوں امریکہ کی ری پبلکن پارٹی نے یہ توقع ظاہر کی کہ پریذیڈنٹ آئزن ہاور کو ۱۹۵۶ء میں بھی الیکشن لڑنا چاہیئے تاکہ وہ دوبارہ پریذیڈنٹ منتخب ہو سکیں۔ اس کے جواب میں پریذیڈنٹ آئزن ہاور نے کہا کہ ہماری پارٹی اتنی وسیع اتنی بلند اور اس قدر قابل افراد پر مشتمل ہے کہ اسے ایک ثانیہ کے لئے بھی اپنی امیدوں کو کسی ایک فرد کے ساتھ وابستہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اس نے کہا کہ افراد فانی ہیں ہر فرد کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے۔ اس لئے ہم اپنی امیدوں کو افراد سے کیوں وابستہ کریں۔ ہمیں اپنے جہاز کے جھنڈے کو کسی ایک ڈنڈے کے ساتھ اس طرح کس کر نہ باندھنا چاہیئے کہ جہاز ڈوب رہا ہو تو ہم اس جھنڈے کو اتار کر کسی دوسرے ڈنڈے کے ساتھ باندھ نہ سکیں۔ ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ زندگی جماعت کے ساتھ ہے نہ کہ افراد کے ساتھ۔

(نیویارک ٹائمز۔ ۱۱ ستمبر)

(۴) میرا حصہ دُور کا جلوہ

پچھلے دنوں جنیوا میں بڑی بڑی سلطنتوں کے نمایندوں کی ایک کانفرنس ہوئی تھی جس میں زیر نظر مسئلہ یہ تھا کہ ایٹم کی توانائی کو تعمیری کاموں میں کس طرح صرف کیا جائے۔ جو کچھ اس کانفرنس میں کہا گیا اُس سے نظر آتا تھا کہ اگر ایٹم کی توانائی کو پُرامن تعمیری کاموں میں استعمال کیا جائے تو یہ دُنیا چند دن میں کچھ سے کچھ بن سکتی ہے۔ چنانچہ پست علاقوں کے لوگوں کے دلوں میں یہ امید بندھی کہ اب وہ دن دور نہیں کہ ہماری قسمت بھی پلٹا کھائے گی۔ ہمارے ممالک کے ترقی کے راستے میں جو رکاوٹیں اس وقت پیش آ رہی ہیں ایٹم کی توانائی ان سب کو دور کر دے گی۔ لیکن کانفرنس ختم ہونے کے بعد معلوم یہ ہوا کہ نہ برطانیۂ عظمیٰ اور نہ امریکۂ کبریٰ کو اس کی توقع ہے کہ وہ مستقبل قریب میں پسماندہ ممالک میں ایٹمی توانائی کے اسٹیشن قائم کر سکیں گے۔ سائنس دانوں کا خیال یہ ہے کہ ایٹمی توانائی کی مشنری اس قدر پیچیدہ ہوگی کہ جو ممالک صنعت و حرفت میں بہت آگے نہیں ہیں وہاں یہ مشنریاں چل ہی نہیں سکیں گی۔ دوسرے یہ کہ اس مشنری کو چلانے کے لئے جس قدر بجلی کی ضرورت ہوگی اس پر بھی بہت زیادہ لاگت آئے گی۔ اس لئے سردست ہوگا یہ کہ ایٹم ان ہی ممالک کو توانائی عطا کرے گا جن کا شمار اس وقت اقوام غالب میں ہے اور اچھوت ممالک ان کے رحم و کرم پر رہیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ برطانیہ ہو یا امریکہ۔ روس ہو یا جاپان۔ خالص نوع انسانی کی بہبود اور مرفہ الحالی کا جذبہ کسی کے دل میں بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کا جذبۂ محرکہ

صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے خدائے رب العالمین پر اس انداز کا ایمان جسے قرآن نے پیش کیا ہے۔ اس ایمان کے ماتحت ہر فرد اور ہر قوم کی نجات اور سعادت کا مدار اس پر ہوتا ہے کہ وہ دوسرے افراد اور دوسری اقوام کی صلاحیتوں کی نشوونما کے لئے کیا کچھ کرتے ہیں۔ چونکہ اعمال کا دارومدار ایمان پر ہوتا ہے۔ اس لئے جب تک دنیا اس قسم کے ایمان تک نہیں پہنچ جاتی نوع انسانی کی کبھی بھلائی نہیں ہو سکتی۔ اقوام غالب ان پست ممالک کو اپنی مصلحت کوشیوں کے لئے استعمال کرتی رہیں گی۔ اور ان کی طرف سے ان ممالک کی امداد اس قسم کی ہوگی جس قسم کی پرورش ایک قصاب اپنی بکریوں کی کرتا ہے۔ یہ پرورش بکریوں کے لئے نہیں، قصاب کی منفعت کے لئے ہوتی ہے۔

لیکن اس میں اقوام غالب پر گلہ کیا؟ گلہ تو خود پست اقوام پر ہے کہ وہ پست کیوں ہیں۔ یاد رکھو! کسی قوم کی قسمت کسی دوسری قوم کی بلندیوں کے سہارے نہیں بدلا کرتی۔ یہ اس وقت بدلتی ہے جب وہ خود اپنے اندر تبدیلی پیدا کرے۔ مسلمانوں کو اس نکتہ کو خاص طور پر اپنے سامنے رکھنا چاہیئے۔

چیخ اُٹھے

جیسا کہ قارئین سے پوشیدہ نہیں، جماعت اسلامی کے ارباب حل و عقد نے اپنا مستقل وطیرہ بنا رکھا ہے کہ وہ اپنے مخالفین کے خلاف مختلف قسم کی باتیں وضع کرکے نہایت اشتعال انگیز انداز اور سوقیانہ زبان میں ان کی تشہیر کرتے رہتے ہیں۔ اس سے انہیں بڑا مزہ ملتا ہے ممکن ہے آپ کو اس پر تعجب ہو کہ اُن کی زبان تک بھی بازاری ہوتی ہے۔ اس کے لئے زیادہ نہیں تو آپ ان کے سب سے بڑے صحافی اور ذمہ دار رکن کی زیر ادارت شائع ہونے والے اخبار "ایشیا" کا کوئی سا پرچہ اٹھا کر دیکھ لیں آپ کو نظر آجائے گا کہ اس میں کس قسم کی زبان استعمال کی جاتی ہے۔ سمجھانے والوں نے انہیں بارہا سمجھایا کہ افترا پردازی اور تضحیک و استہزا کا یہ انداز اچھا نہیں لیکن ان کے چھوٹوں اور بڑوں میں سے کسی نے بھی اس آواز کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ اب کرنا خدا کا یہ ہوا کہ پنجاب کا ایک اچھا خاصہ گروہ جو پہلے ان سے متفق تھا، ان کا مخالف ہو گیا اور ان کی پردہ دری شروع کردی۔ اس سے یہ جماعت بلبلا اٹھی ہے اور یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہمارے مخالفین ہمارے خلاف غلط باتیں منسوب کرکے پبلک کے جذبات مشتعل کرتے رہتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تسنیم بابت ۲۰ ستمبر کا افتتاحیہ) ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اس جماعت کے اپنے مخالفین کا یہ الزام کس حد تک صحیح ہے۔ لیکن ہم ان سے صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ آپ نے دیکھ لیا کہ جس کے خلاف افترا سے کام لیا جائے اسے کس طرح تکلیف پہنچتی ہے؟ آپ لوگوں کے خلاف اگر کسی نے افترا سے کام لیا ہے تو آپ چار دن میں چیخ اُٹھے ہیں، لیکن کبھی آپ نے اس پر بھی غور کیا ہے کہ جن لوگوں کے خلاف آپ نے برسوں سے یہ چیز بطور مستقل وطیرہ کے اختیار کر رکھی ہے آپ کی ان حرکتوں سے ان پر کیا اثر ہوتا ہوگا؟ اور اگر آپ کا یہ فیصلہ صحیح ہے کہ اس قسم کا کذب و افترا شریفانہ فعل نہیں تو سوچیئے کہ اس باب میں خود آپ کا اپنا مقام کیا قرار پاتا ہے؟

خدا کرے کہ اتنی سی تنبیہ سے ان لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آجائے کہ اپنے مخالفین کے خلاف کذب و افترا اور تضحیک و استہزا کی روش کسی شریف انسان کے شایانِ شان نہیں ہوتی۔

کھلی چٹھی

بنام محترم عبدالغفار حسن صاحب

محترمی۔ السلام علیکم

اگست ۱۹۵۵ء کے ماہنامہ ترجمان القرآن میں آپ کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "سنت۔ قرآن حکیم کی روشنی میں"۔ اس میں آپ نے "منکرین سنت" کی مختلف قسمیں گناتے ہوئے ایک قسم یہ بھی لکھی ہے کہ:

> وہ جن کا خیال یہ ہے کہ دین و شریعت کے اصول وکلیات کو تو قرآن نے بیان کر دیا ہے۔ باقی رہیں جزئیات تو ان کے بارے میں "مرکز ملت" کے فیصلے واجب الاتباع ہوں گے۔ مرکز ملت کو اختیار ہوگا کہ تعامل امت یا اخبار احاد سے ثابت شدہ مسائل میں سے جسے چاہے باقی رکھے اور جسے چاہے رد کردے۔ یعنی محمد صلعم کی پیروی اس بنا پر نہیں کہ آپ ہمیشہ کے لئے اللہ کے رسول تھے بلکہ اس لئے ہے کہ آپ اپنے زمانہ کے صاحب امر تھے اور آپ کا طریقہ بعد کے اصحاب امر کے لئے صرف ایک نظیر کا درجہ رکھتا ہے جس سے وہ اپنی صوابدید کے مطابق استفادہ کرنے اور نہ کرنے میں آزاد ہیں۔

چونکہ اس نظریہ کو طلوع اسلام نے پیش کیا ہے اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے اگر ایسا ہی ہے تو بہتر ہوتا کہ آپ ہمارے مسلک کو واضح اور متعین طور پر بیان فرماتے۔ ہمارا مسلک یہ ہے کہ قرآن کے جن اصولی احکام کی جزئیات کو رسول اللہؐ نے متعین فرمایا اگر آپ کے بعد اسلامی نظام جو آپ کے بعد علیٰ منہاج نبوت قائم ہو، یہ سمجھے کہ اُس کے زمانہ کی ضروریات کا تقاضا ہے کہ ان میں کوئی ردوبدل کیا جائے تو وہ اسلامی نظام ان میں مناسب ردوبدل کر سکتا ہے، جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے کی ضرورتوں کے لحاظ سے بعض امور میں ردوبدل کیا۔ جن جزئیات میں کسی ردوبدل کی ضرورت نہ ہو انہیں علیٰ حالہٖ رہنے دیا جائے گا۔ آپ کے نزدیک ایسا سمجھنا سنت رسول اللہ کا انکار ہے اور سنت کو ماننے والا وہ ہے جس کا عقیدہ یہ ہو کہ رسول اللہ کی متعین فرمودہ جزئیات میں کسی صورت میں بھی کوئی ردوبدل نہیں ہو سکتا۔

(۲) آپ کی جماعت کے امیر سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اپنی کتاب "تفہیمات" حصہ دوم کے صفحات ۳۲۷ — ۳۲۸ پر لکھتے ہیں کہ ۔۔۔۔۔

> یہ حقیقت یقیناً ناقابل انکار ہے کہ شارع نے غایت درجہ کی حکمت اور کمال درجہ کے علم سے کام لے کر اپنے احکام کی بجاآوری کے لئے زیادہ تر ایسی ہی صورتیں تجویز کی ہیں جو تمام زمانوں اور تمام مقامات اور تمام حالات میں اس کے مقصد کو پورا کرتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بکثرت جزئیات ایسی بھی ہیں جن میں تغیر حالات کے لحاظ سے احکام میں تغیر ہونا ضروری ہے۔ جو حالات عہد رسالت اور عہد صحابہ میں عرب اور دنیائے اسلام کے تھے لازم نہیں کہ بعینہٖ وہی حالات ہر زمانے اور ہر ملک کے ہوں۔ لہٰذا احکام اسلامی پر عمل کرنے کی جو صورتیں ان حالات میں اختیار کی گئی تھیں انہیں ہو بہو تمام زمانوں اور تمام حالات میں قائم رکھنا اور مصالح و حکم کے لحاظ سے ان کی جزیات میں کسی قسم کا ردوبدل نہ کرنا ایک طرح کی رسم پرستی ہے جس کا روح اسلام سے کوئی علاقہ نہیں۔

محترمی! کیا آپ فرمائیں گے کہ محترم مودودی صاحب کے عقیدہ میں اور طلوع اسلام کے مذکورہ صدر مسلک میں کیا فرق ہے؟ اور اس کے بعد کیا آپ یہ بتائیں گے کہ آپ مودودی صاحب کو خود اپنے بیان فرمودہ اصول کے مطابق منکر رسالت سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اگر ایسا نہیں سمجھتے تو کیوں؟

(۳) ہمیں معلوم ہے کہ نہ آپ اس کا کوئی جواب دیں گے نہ خود مودودی صاحب جنہوں نے اپنے رسالہ میں آپ کے مضمون کو شائع کیا ہے اس پر ہمارا سابقہ تجربہ شاہد ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم نے آپ کو براہ راست مخاطب کیا ہے کہ شاید آپ جماعت کی عصبیت سے بلند ہو کر ہماری پیش کردہ عرضداشت پر غور کرنے کی ہمت فرمائیں۔ اگر اس کے جواب میں آپ کچھ لکھنا چاہیں تو طلوع اسلام کے صفحات اس کا خندہ پیشانی سے استقبال کریں گے۔

والسلام

نقد و نظر

NOTES ON IQBAL'S ASRAR-E-KHUDI

مدتوں کے بعد ایک ایسی کتاب ہاتھ میں آئی جس کی تمہید کی ابتدائی چند سطور نے کتاب کے متعلق ایسی جاذبیت پیدا کی کہ جب تک اسے ختم نہ کر لیا۔ دوسری طرف توجہ ہی نہیں جا سکی کتاب کا نام اوپر درج کر دیا گیا ہے۔ اسے پروفیسر آربری نے ایڈیٹ کیا ہے۔ اور شیخ محمد اشرف کشمیری بازار لاہور نے چھاپا ہے۔ پروفیسر آربری، اقبال کے ساتھ خاص شغف رکھتے ہیں اور زبورِ عجم کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی کر چکے ہیں۔ تمہید کی ابتدائی سطور یہ ہیں

پروفیسر نکلسن نے جنہوں نے اقبال کی مثنوی اسرارِ خودی کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا، ۱۹۴۵ء میں وفات پائی۔ ان کی وفات کے بعد ان کی لائبریری کیمبرج کے ایک مشہور کتب فروش کے ہاتھوں فروخت کی گئی۔ ایک دن میں ان کی کتابوں کو دیکھ رہا تھا کہ میری نگاہ پروفیسر نکلسن کے ترجمہ اسرارِ خودی کے پہلے ایڈیشن پر پڑی جو ۱۹۲۰ء میں لندن سے شائع ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کتاب میں جابجا اصلاحات کی گئی ہیں۔ یہ اصلاحات پروفیسر نکلسن کے ہاتھ کی نہ تھیں بلکہ کسی اور کے قلم کی تھیں۔ جب ان کا دقتِ نظر سے مطالعہ کیا تو اندازہ ہوا کہ یہ تو خود علامہ اقبال کے ہاتھ کی ہیں اس کی تصدیق (کہ وہ قلم علامہ اقبال ہی کا ہے) ان کے صاحبزادہ، جاوید اقبال سے بھی ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے نکلسن کے ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن دیکھا جو ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا تھا مجھے نظر آیا کہ اس ایڈیشن میں جو تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ وہ ڈاکٹر اقبال ہی کی اصلاحات کے مطابق ہیں۔

یعنی پروفیسر نکلسن نے علامہ اقبال کی مثنوی اسرارِ خودی کا جو ترجمہ شائع کیا تھا۔ وہ بعض مقامات پر اصلاح طلب تھا۔ علامہ اقبال نے ایک نسخہ میں ان مقامات کی تصحیح کی اور یہ نسخہ پروفیسر نکلسن کو بھیج دیا۔ انہوں نے اپنے ترجمہ میں نظرِ ثانی کی اور متعلقہ مقامات کو علامہ اقبال کی تصحیح کی روشنی میں درست کر دیا۔ اس وقت نکلسن کا جو ترجمہ بازار میں ملتا ہے۔ وہ اس طرح سے تصحیح شدہ ہے۔ پروفیسر آربری نے کیا یہ کہ پہلے نکلسن کا وہ ترجمہ لیا جو اس کے پہلے ایڈیشن میں شامل تھا پھر اس کے نیچے اقبال کی اصلاح درج کی۔ اور اس کے بعد نکلسن کے دوسرے ایڈیشن کا ترجمہ ترجمہ لکھ دیا۔ بعض مقامات ایسے بھی ہیں جن میں علامہ اقبال کی اصلاح پورے طور پر نکلسن کے دوسرے ایڈیشن میں نہیں آ سکی۔ آربری کی فہرست میں یہ مقامات بھی موجود ہیں۔ اس فہرست کو شیخ محمد اشرف نے شائع کیا ہے۔ یہ فہرست بڑی مختصر سی ہے۔ جو چھوٹے سائز کے ۸۰ صفحات میں آ گئی ہے۔ علامہ اقبال نے ایک ایک دو دو لفظ کی تبدیلیاں ہی کی ہیں۔ اور ان تبدیلیوں کی تعداد بھی بہت زیادہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ نظر آ جاتا ہے کہ ایک لفظ کی تبدیلی سے بھی بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے اس اعتبار سے کہ یہ اصلاحات خود علامہ اقبال کی ہیں اقبالیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے حلقہ میں بڑی قیمتی متاع سمجھی جائیگی اس نقطہ نگاہ سے کتاب کی قیمت یعنی ڈیڑھ روپیہ کچھ بھی نہیں ویسے کتاب بڑی دیدہ زیب ہے اور یہ چیز اشرف پبلیکیشنز کی خصوصیت ہے۔

شکوہ و جوابِ شکوہ

پروفیسر آربری نے علامہ اقبال کے شکوہ و جوابِ شکوہ کا ترجمہ انگریزی نظم میں کیا ہے جسے شیخ محمد اشرف کشمیری بازار لاہور نے بڑی پاکیزگی سے شائع کیا ہے۔ مترجم کو اعتراف ہے کہ اس کی اردو کی استعداد زیادہ نہیں۔ اور اس کا ترجمہ شکوہ و جوابِ شکوہ کے اس انگریزی ترجمہ پر مبنی ہے۔ جو اس کے لئے پہلے نثر میں کرا دیا گیا تھا۔ یعنی ایک صاحب نے شکوہ و جوابِ شکوہ

ہماری چند مطبوعات

اسلامی تقاریب مرتبہ: غلام دستگیر

ہر مذہب کے مزاج اور روح کی ایک جھلک اس کی تقاریب میں بھی ملتی ہے۔ اسلام کا کردار اسلامی تقاریب میں بھی جلوہ گر ہے۔ اس کتاب میں برصغیر کے ممتاز علماء اور دانشوروں کے مضامین شامل ہیں۔ اور اس آئینہ میں اسلامی تقاریب کا ہر نقش ابھر آیا ہے۔

قیمت: چار روپے

فتح المجاہدین

زین العابدین شاستری کی فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اسے ڈاکٹر محمود حسین خاں صدر شعبۂ تاریخ کراچی یونیورسٹی نے مرتب فرمایا ہے۔ یہ کتاب اسلامی تاریخ کے ایک دور سے ہمیں نئے انداز سے روشناس کراتی ہے۔ سلطان ٹیپو کے عہد کی عسکری زندگی اس کتاب میں مجسم ہو گئی ہے۔

قیمت: پندرہ روپے

فکرِ اقبال

اقبال کی شخصیت مجمع البحرین تھی۔ اُن کی ذات مشرق و مغرب کی دانش کا مجموعہ تھی البتہ قرآن وہ معیار تھا۔ جس پر اقبال نے کائنات کی ہر شے کو پرکھا ہے۔

فکرِ اقبال میں برصغیر کے ممتاز ترین ادیبوں اور دانشوروں کے مقالات شامل ہیں۔ یہ کتاب آپ کے سامنے اقبال کی ایک مکمل اور صحیح تصویر پیش کریگی

مرتبہ۔ غلام دستگیر قیمت: چار روپے

بچوں اور کم پڑھے حضرات کے لئے

قرآنی تعلیمات	مولوی سلیم عبداللہ	قیمت ایک روپیہ بارہ آنے
قرآن پاک کیا ہے؟	مولانا عبدالواحد سندھی	" ایک روپیہ آٹھ آنے
رسول پاک کون تھے؟	" "	" " "

اردو اکیڈمی (سندھ)

اکیڈمی اسٹریٹ ——— نزد مولوی مسافر خانہ ——— بندر روڈ ——— کراچی

کا انگریزی نثر میں ترجمہ کیا۔ اور اس انگریزی نثر کو پروفیسر آربری نے نظم کے قالب میں ڈھالا۔ اس انداز سے منظوم ترجمہ میں جو کمزوریاں پیدا ہونگی۔ وہ ظاہر ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اس سے پہلے الطاف حسین (ایڈیٹر ڈان) نے شکوہ و جواب شکوہ کا جو ترجمہ کیا تھا۔ اور جسے شیخ محمد اشرف صاحب نے ہی شائع کیا تھا۔ وہ اس سے بہتر تھا۔ بہرحال اس اعتبار سے کہ شاید پروفیسر آربری کے نام کی وجہ سے یہ ترجمہ مغربی ممالک میں بھی پہنچ جائے گا۔ اس کی اشاعت مفید سمجھی جا سکتی ہے۔ ضخامت ۸۰ صفحات۔ قیمت دو روپے۔

THE ESSENCE OF ISLAMIC TEACHINGS	پروفیسر نواب علی سابق وزیر تعلیم ریاست

جونا گڑھ علمی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ان کے مذہبی مضامین اور بعض تصانیف مشہور ہیں۔ یہ سرسید کے مکتب فکر سے متعلق ہیں (اور اسی مکتب کی طرف انھوں نے زیر نظر تالیف کو منسوب بھی کیا ہے) اس اعتبار سے وہ مذہب کو عقلی دلائل کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔ ۸۰ صفحات کی اس مختصر سی تالیف میں انھوں نے اسلام کے اخلاقی گوشوں کو مختصر انداز میں پیش کیا ہے۔ جو عام سطح کے لوگوں کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔

سرسید کا قوم پر بڑا احسان ہے کہ اس نے انسانی عقل و فکر کو پھر سے مذہب کے دائرے میں لانے کی دعوت دی جس کے پیچھے ارباب مذہب صدیوں سے لٹھ لئے پھر رہے تھے۔ دین کو اس انداز سے پیش کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ جوں جوں زمانہ عقل و فکر میں آگے بڑھتا جائے۔ وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ ترقی کرتے چلے جائیں۔ اگرچہ سرسید کے زمانہ کو بہت زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ لیکن زمانہ من حیث الکل ایسا تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے کہ جو مسائل ہمارے زمانہ میں اس قدر اہمیت حاصل کر گئے ہیں۔ سرسید کے زمانہ میں انہیں ایسی اہمیت حاصل نہیں تھی۔ آج اس کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے دور کے اہم مسائل کا حل قرآن کی روشنی میں پیش کر دیں اور یہ بتائیں کہ وہ انسانی فکر کو کتنی صحیح رہنمائی دیتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب کی قیمت ڈیڑھ روپیہ ہے۔

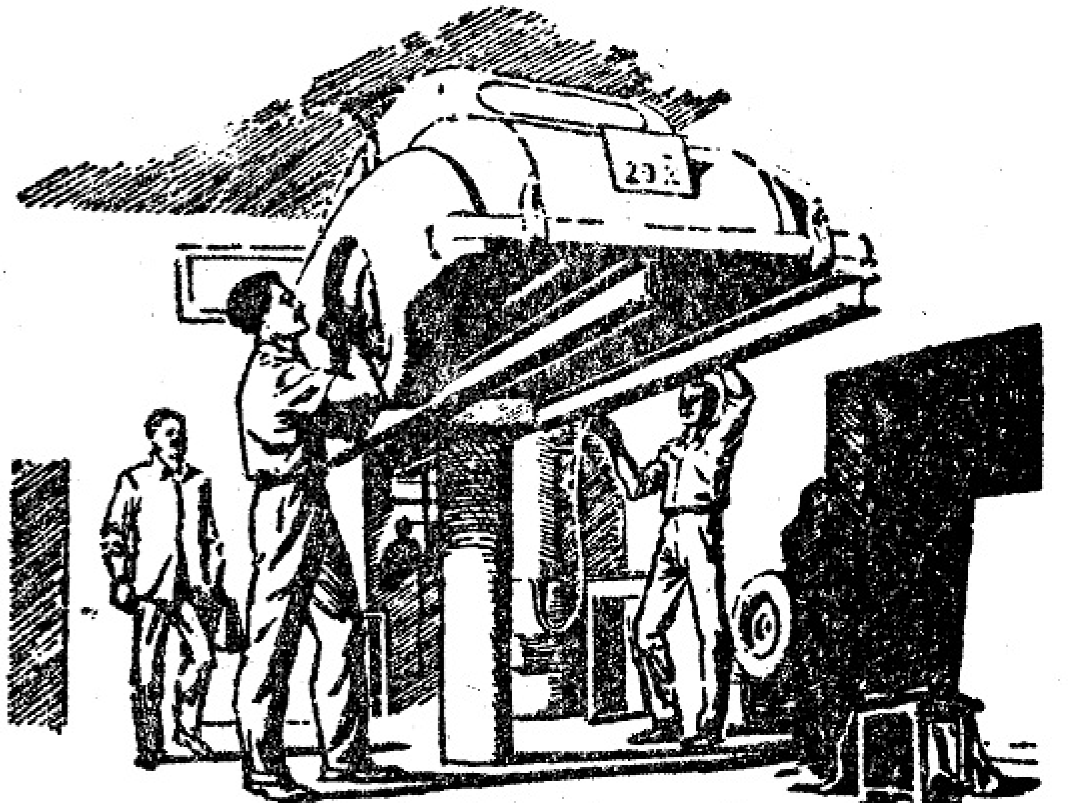

جہاں تک سروس کا تعلق ہے....

مارفک لبری ٹیکشن سروس سے آپ کی موٹر کار کی زندگی میں اضافہ ہو جائے گا۔ یہ سسٹم خصوصی طور پر اس طرح تیار کیا گیا ہے کہ مناسب وقتوں کے بعد صحیح قسم کے لبری کینٹس آپ کی موٹر کار کو ملتے رہیں۔ اور موٹر کار باقاعدگی کے ساتھ ہر وقت چکنی رہتی ہے۔ صحیح قسم کے لبری کینٹس خصوصی طور پر تیار کئے جاتے ہیں۔ تاکہ اعلیٰ کارکردگی اور طویل سروس حاصل ہو۔ کالٹکس کے سروس اسٹیشنوں پر قابل اور سند یافتہ موٹر میکینک آپ کی کار میں موقع بے موقع تیل ڈالنے کے بجائے چارٹ کی رو سے مناسب اور صحیح لبری کینٹس ڈالتے ہیں۔

کار کا صحیح علاج کرائیں اپنے خوش خلق کالٹکس ڈیلر کے ساتھ یہ انتظام کرلیں کہ وہ باقاعدہ مارفک لبری ٹیکشن سروس فراہم کرتا ہے۔ اس سے آپ کی کار بہترین حالت میں رہے گی۔

کالٹکس
پٹرولیم پروڈکٹس

ابلیس و آدم

سب سے پہلا انسان کس طرح معرض وجود میں آیا؟ آدم اور خلافت آدم کا مفہوم کیا ہے۔ابلیس کیا ہے اور آویزش ابلیس و آدم کیا؟ وحی کیا ہے اور وحی نے انسان کو کیا عطا کیا؟ ان سوالات کے قرآنی جوابات اس کتاب میں دیکھئے۔

صفحات ۳۷۶ قیمت آٹھ روپے

اقبال اور قرآن

اقبال نے قرآنی انقلاب کی آواز سے فضا کو معمور کیا۔

قرآن کیا کہتا ہے اور اقبال کا پیغام کیا ہے؟

ان کے جوابات مفسر قرآن اور ترجمان اقبال پرویز سے سنئے۔

ضخامت ۲۵۶ صفحات قیت دو روپے

تاریخ الامت

علامه اسلم جیراجپوری مدظله کی تاریخ کی وہ بے مثل کتاب جو تقسیم سے پہلے بیشتر درسگاہوں میں بطور نصاب شامل تھی۔اب مولف کی اجازت سے طلوع اسلام نے اسے دوبارہ چھاپا ہے۔

قیمت حصه اول (سیرت رسول الله صلعم) دو روپے۔

قیمت حصه دوم (خلافت راشدہ) دو روپے آٹھ آنے۔

کتاب آٹھ حصوں پر مشتمل ہے۔باقی حصے عنقریب شائع ہو جائینگے۔

ناظم اداره طلوع اسلام۔پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳۷۔کراچی۔۳

فالتو روپیہ

تمام خرابیوں کی جڑ ہے -

جس کے پاس "فالتو روپیہ" ہے وہ اسے چھپائے پھرتا ہے تاکہ کوئی چھین نہ لے - وہ جیب میں رکھتا ہے تو جیب کترا نکالنے کی کوشش کرتا ہے - کیش بکس میں چور نقب لگا لیتا ہے - بنک میں ٹیکسوں والے گھیر لیتے ہیں - یہاں سے کچھ بچے تو "نذرانے" والے آموجود ہوتے ہیں -

قرآن کسی کی جیب سے روپیہ نہیں نکالتا -

وہ اس کے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرتا ہے کہ فالتو روپیہ

معاشرہ کے حوالہ کر دیتا ہے -

یہ انقلاب کیسے واقع ہوتا ہے

اس کی داستان کیلئے دیکھئے

✡ نظام ربوبیت ✡

(از - پرویز)

عہد حاضر کی عظیم کتاب -

قسم اول - کاغذ سفید کرنا فلی - جلد مضبوط مع گرد پوش چھ روپے -

قسم دوم - کاغذ میکانیکل - صرف ڈسٹ کور کے ساتھ چار روپے -

ناظم ادارہ طلوع اسلام - پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳ - کراچی-۳

Title Printed at Mueid Art Press, Thathai Compound, Bunder Road, Karachi. Text at Jawed Press, McLeod Road, Karachi. Published by Khurshid Alam from Tolu-e-Islam Office, 207/A, P. E. C. H. Society, Karachi. Editor: KHURSHID ALAM